قال اللہ تعالیٰ
ولا تاخذکم بهما رافة فی دین الله
ان کنتم تومنون بالله والیوم الاخر
شرعی حدود
و
قصاص
جس میں کتاب وسنت سے اقتباس کر کے قصاص اور
دیت کے احکام تفصیل سے بتائے ہیں اور حد سرقہ حد زنا،
حد قذف، حد خمر اور حدود شرعیہ جاری کرنیکے دنیوی مسائل
تحریر کئے گئے ہیں اور اخروی منافع اور فوائد سے آگاہ کیا ہے۔
مولف
حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنی
ناشر
کشمیر بُک ڈپو
ناشران و تاجران کتب
چنیوٹ بازار فیصل آباد۔ پاکستان

شرعی حدود و قصاص

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلندشہری مہاجر مدنی
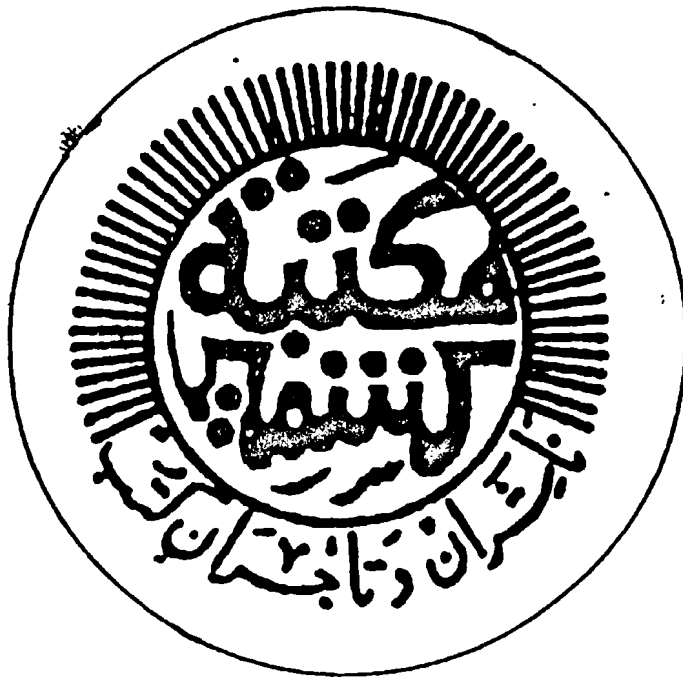
الناشر:
مکتبۂ کشمیر
جنیوٹ بازار۔ فیصل آباد، پاکستان، تلفون۔ ۶۴۰۳۲۰

نام کتاب	شرعی حدود و قصاص
مصنف	مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنی
کمپوزنگ	خطاط کمپوزنگ سنٹر، مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد
ناشر	مکتبہ کشمیر، چنیوٹ بازار، فیصل آباد، فون : ۶۴۰۳۲۰
طبع اول	جون ۱۹۹۸ء
تعداد طباعت	گیارہ سو (۱۱۰۰)
قیمت	

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

الحمد للہ الذي انزل القرآن رحمة للناس وهدي للعباد، وجعله شرعة ومنهاجا لمن سكن القري وعمّر الامصار والبلاد، اَمر بالخيرات ونهي عن المنكرات وشرع الحدود للعصاة والطغاة واصحاب العناد، والصلوٰة والسلام علي من جاء بالحق المبين والقول المتين عند ما عم في الارض الكفر والشرك والفساد، وعلي اٰله واصحابه الذين اقامو حدود اللہ علي كل باغ وعاد، وجاهدوا اصحاب القري والبلاد، وقاتلوا كل من بغي من اهل كل واد، وعلي من تبعهم باحسان إلي يوم المعاد—

اما بعد: چند سال سے مسلمانوں کے بعض ممالک میں خون ریزی کی واردات کثرت سے ہو رہی ہیں اور ان کا سلسلہ دن بدن بڑھ ہی رہا ہے، کوئی دن ایسا خالی جاتا ہو گا جس میں اخبارات میں قتل و خون کی خبر شائع نہ ہوتی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے دل میں ڈالا کہ حدود و قصاص کے بارے ایک رسالہ لکھا جائے۔ لکھنا شروع کیا تو اللہ کے فضل سے چند ہی دن میں رسالہ تیار ہو گیا جو ناظرین کے ہاتھوں میں ہے کچھ زیادہ محنت نہیں کرنی پڑی چونکہ تقریبا یہ تمام مضامین احقر کی تفسیر ''انوار البیان'' میں آ چکے ہیں اس لئے وہاں نقل کر دیئے، کہیں

مناسب معلوم ہوا تو مضمون میں کچھ کمی بیشی یا تقدیم تاخیر کر دی، اللہ تعالیٰ شانہ دیگر تالیفات کی طرح اس رسالہ بھی قبول فرمائے۔ ناظرین سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کو پڑھیں اور مجلسوں میں سنائیں اور اصحاب اقتدار تک پہنچائیں۔

جو آیات اور احادیث درج کی گئی ہیں ان کے مضامین میں غور کریں اور چھوٹے بڑے سب گناہوں سے بچیں اور دوسروں کو بچائیں تاکہ دنیا میں خیرو خوبی کی زندگی دوبارہ نصیب ہو جائے اور آخرت میں بھی عذاب سے بچ جائیں۔ اصحاب اقتدار حدود و قصاص نافذ کریں تاکہ امن و امان قائم ہو۔ یہ دنیا نہ خود ہمیشہ رہے گی نہ اس میں آنے والا کوئی ہمیشہ رہے گا۔ دنیا سے سب کو جانا ہے ذرا سی زندگی ملی ہے اسے گناہوں میں خرچ نہ کریں۔ اپنی آخرت خراب اور برباد نہ کریں۔ گناہوں سے توبہ کریں اور قرآن و حدیث پر عمل کرنے کے جذبات سے سرشار ہوں۔

یہود و نصاریٰ نے لوگوں کو جو کچھ سمجھا دیا ہے اس پر ایمان لاتے ہیں اور قرآن و حدیث کی تصریحات اور واضح ارشادات کو ماننے اور عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور جو لوگ قرآن و حدیث کی باتیں سناتے ہیں ان کی باتیں ناگوار معلوم ہوتی ہیں۔ و اللہ المستعان علی مایقولون ویریدون۔

بات یہ ہے کہ کوئی شخص مسلمان ماں باپ کے گھر پیدا ہونے سے مسلمان نہیں ہوتا اسلامی عقائد میں یہ بھی ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اس کا انکار بھی کفر ہے اس کے مضامین کا انکار بھی کفر ہے کفر ایمان دونوں جمع نہیں ہو سکتے، اسلام اللہ تعالیٰ کا دین ہے اس میں

کسی کو بدلنے یا کمی زیادتی کرنے کا اختیار نہیں جب مسلمان ہونے کا دعوی ہے تو قرآن کے مطابق چلنا فرض ہے اور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق زندگی گزارنا لازم ہے۔ آپ نے جن کاموں کو فرض بتایا ہے ان پر عمل کرنا فرض ہے۔ یہود و نصاری نے تو توریت اور انجیل کو گم ہی کر دیا ان کے پاس اللہ کی اصل کتاب تو ہے ہی نہیں صرف ترجمے ہیں جن کے بارے میں کوئی ثبوت نہیں کہ وہ اصل کے مطابق ہیں، پھر جو چاہتے ہیں اپنی طرف سے بدل دیتے ہیں۔ اب وہ مسلمانوں کو بھی ان کے دین سے ہٹانا چاہتے ہیں اور اپنی طرح کے کافر بنانے کے خواہاں ہیں اور چاہتے ہیں کہ مسلمان بھی اپنے دین میں تغیر اور تحریف کر لیں اور حدود و قصاص کے احکام کو بدل دیں، جو لوگ اسلام کے تقاضوں کو نہیں سمجھتے علماء اور صلحاء اور قرآن کے اساتذہ کی صحبتوں میں نہیں اٹھتے بیٹھتے وہ لوگ دشمنوں کی چالوں کو نہیں سمجھتے، ایسے لوگ ان کی باتوں میں آجاتے ہیں اور قرآن و حدیث کی سزاؤں کو ظالمانہ اور وحشیانہ کہہ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ شانہ مسلمانوں کو علم بھی دے اور دشمنوں سے بھی محفوظ رکھے اور سب کو پوری طرح اسلام پر چلنے کی توفیق دے۔ وعلیہ التکلان وھو المستعان۔

العبد الفقیر

محمد عاشق الٰہی بلند شہری عفا اللہ عنہ

المدینۃ المنورہ

۱۳/ ربیع الاول ۱۴۱۸ھ

الفصل الأوّل

في ذكر أوّل القاتلين و أوّل المقتولين

(سب سے پہلے کس نے کس کو قتل کیا)

حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا واقعہ، ایک کا دوسرے کو قتل کرنا

سورہ مائدہ میں فرمایا:

﴿ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ - اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ - قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ - قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ○ لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ - اِنِّيْ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ○ اِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓءَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ○ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْاَةَ اَخِيْهِ قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْاَةَ اَخِيْ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ○ ﴾

ترجمہ :۔ ”اور آپ ان کو آدمؑ کے دو بیٹوں کا قصہ صحیح طور پر پڑھ کر سنائیے جبکہ ان دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی، سو ایک کی نیاز قبول ہوگئی اور دوسرے کی نیاز قبول نہ کی گئی۔ اس نے کہا میں تجھے ضرور بالضرور قتل کر دوں گا، دوسرے نے کہا کہ اللہ صرف تقوی والوں سے قبول فرماتا ہے، یہ یقینی بات ہے کہ اگر تو نے میرے قتل کے لئے میری طرف ہاتھ بڑھایا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے تیری طرف اپنا ہاتھ بڑھانے والا نہیں ہوں گا، بیشک میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے، بلاشبہ میں چاہتا ہوں کہ تو میرے گناہ اور اپنے گناہ اپنے سر دھر لے پھر تو دوزخ والوں میں سے ہوجائے اور یہ ظالموں کی سزا ہے۔ سو اس کے نفس نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کرلیا سو اس نے اسے قتل کر دیا، جس کی وجہ سے وہ نقصان اٹھانے والوں میں شامل ہوگیا۔ پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا وہ زمین کو کرید رہا تھا تاکہ وہ اسے دکھادے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کو کیسے چھپائے۔ کہنے لگا! افسوس میری حالت پر، کیا میں اس سے عاجز ہو گیا کہ اس کوے کی طرح ہوجاؤں سو اپنے بھائی کی لاش کو چھپا دوں۔ پھر وہ پچھتانے والوں میں سے ہو گیا۔“

ان آیات میں حضرت آدمؑ کے دو بیٹوں کا واقعہ نقل فرمایا ہے مشہور یہی ہے کہ یہ دونوں حضرت آدمؑ کے صلبی بیٹے تھے اور آیت کریمہ کے ظاہری الفاظ بھی اس پر دلالت کرتے ہیں۔ کیونکہ حقیقی معنی صحیح ہو سکتے ہوں تو مجازی معنی لینے کی ضرورت نہیں ہوتی، اگرچہ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ دونوں بھائی (قاتل و

مقتول) بنی اسرائیل میں سے تھے اور مجازاً دور دراز پوتوں کو
﴿ إبنَيْ آدَمَ ﴾ (آدم کے دو بیٹوں) سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔
قصہ کیوں پیش آیا اور اس کے اسباب و محرکات کیا تھے اس کے بارے میں جو کچھ ملتا ہے وہ سب اسرائیلی روایات سے ماخوذ ہے قرآن کریم نے اجمالی قصہ ذکر فرمایا ہے اور پھر آخر میں بطور عبرت ﴿ مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ كَتَبْنَا ﴾ (الیٰ آخرہ) فرما دیا۔ تفصیل کے ساتھ قصہ معلوم نہ ہو تب بھی مضمون عبرت پر کوئی فرق نہیں پڑتا--------- مفسر ابن کثیر نے ص ۴۱ / ج ۲ پر حضرت ابن عباسؓ وابن مسعودؓ وغیرھم سے نقل کیا ہے کہ حضرت آدمؑ کی جو اولاد ہوتی تھی اس میں ہر بار ایک لڑکا اور ایک لڑکی جڑواں پیدا ہوتے تھے (اس زمانہ میں نسل بڑھانے کی ضرورت تھی اور اولاد کا آپس میں نکاح کرنے کے لئے اس کے علاوہ کوئی راستہ نہ تھا کہ ایک ہی شخص کی صلبی اولاد کا آپس میں نکاح کر دیا جائے تاھم اتنا فرق ضرور کرتے تھے کہ ایک ہی بطن سے ایک ساتھ جو جڑواں لڑکا لڑکی پیدا ہوتے ان کا آپس میں نکاح نہیں کرتے تھے بلکہ) ایک بطن کے لڑکے کے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوتی تھی اس کا نکاح دوسرے بطن سے پیدا ہونے والے لڑکے کے ساتھ کیا جاتا تھا، حتیٰ کہ دو لڑکے پیدا ہوئے ایک کا نام قابیل تھا جو کھیتی کرنے والا تھا اور دوسرے کا نام ہابیل تھا جس کے پاس دودھ دینے والے مویشی تھے، قابیل بڑا تھا اس کے ساتھ جو بہن پیدا ہوئی تھی وہ ہابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی بہن سے زیادہ خوبصورت تھی ہابیل نے چاہا کہ قابیل کی بہن سے نکاح ہو جائے اور ضابطہ کے مطابق اس کا

نکاح ہابیل سے ہی ہونا چاہئے تھا۔ قابیل نے اس بات کو نہ مانا اور اس نے کہا کہ یہ میری بہن ہے میرے ساتھ پیدا ہوئی ہے جو تیرے ساتھ پیدا ہونے والی بہن سے زیادہ خوبصورت ہے اور میں اس کا زیادہ مستحق ہوں کہ میرا نکاح اس سے ہو (قانون شرعی کے خلاف نفس کی خواہش پر عمل کرنے کا ارادہ کیا)

حضرت آدمؑ نے قابیل سے کہا کہ یہ لڑکی جو تیرے ساتھ پیدا ہوئی ہے اس کا نکاح ہابیل سے کر دیں گے لیکن قابیل نہیں مانا پھر جھگڑے کو ختم کرنے کے لئے دونوں نے الگ الگ اللہ کی بارگاہ میں نیاز پیش کی کہ جس کی نیاز قبول ہو جائے وہی اس لڑکی سے نکاح کرنے کا حق دار ہو گا۔ دونوں نے جب نیاز پیش کی تو ہابیل کی نیاز قبول ہو گئی، آسمان سے آگ آئی اور اس کو جلا دیا قابیل کی نیاز رکھی رہ گئی ----- جب اس کی نیاز قبول نہ ہوئی اور آسمانی فیصلہ بھی اس کے خلاف ہو گیا تو کٹ حجتی کرنے والوں کی طرح ہابیل سے کہا کہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔ اس میں ہابیل کا کچھ قصور نہ تھا اس کی نیاز قبول ہونے کا فیصلہ اللہ کی طرف سے تھا لیکن قابیل غصے ہونے لگا جیسا کہ ہٹ دھرموں کا طریقہ ہے۔ ضدی آدمی جب دلیل سے عاجز ہو جاتا ہے تو فریق مخالف سے کہتا ہے کہ میں تجھے مار دوں گا یا قتل کر دوں گا۔ ہابیل نے متانت جواب میں کہا کہ ﴿إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ﴾ (اللہ تعالیٰ متقی بندوں سے قبول فرماتا ہے) بات کہنے کا کیسا اچھا اسلوب اختیار کیا نہ تو اپنی تعریف کی کہ میں مخلص ہوں اور نہ قابیل سے کہا کہ تو مخلص نہیں ہے اور ایک قانونی بات بتا دی اور اچھے پیرایہ میں یہ سمجھا دیا کہ اگر

تو متقی ہوتا تو تیری نیاز قبول ہو جاتی۔

ہابیل نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے یہ بھی کہا کہ اگر تو نے مجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے تیری طرف ہاتھ نہ بڑھاؤں گا۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو رب العالمین ہے، مفسرین نے لکھا ہے کہ ہابیل قابیل سے قوت اور طاقت میں زیادہ تھا لیکن اس نے مقتول ہو جانا گوارا کر لیا اور اپنے بھائی پر ہاتھ اٹھانا گوارا نہ کیا۔ دفاع کے لئے جوابی طور پر ہتھیار اٹھانا مشروع تو ہے لیکن ہابیل نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ مظلوم ہو کر مقتول ہو جانا ---- قاتل ہونے سے بہتر ہے صبر کر لیا (یہاں بعض چیزوں میں ہماری شریعت کے اعتبار سے بعض اشکالات بھی سامنے آسکتے ہیں لیکن چونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ تمام انبیاء کی شرائع احکام کے اعتبار سے متفق ہوں اس لئے یہ اشکالات رفع ہو جاتے ہیں)۔

اخیر زمانہ میں فتنے بہت زیادہ ہوں گے۔ اس وقت قتل و خون بہت ہو گا ---- اس وقت بھی ہابیل کا طریقہ اختیار کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے ---- حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت سے پہلے اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح فتنہ ہوں گے ان فتنوں میں انسان صبح مومن ہو گا شام کو کافر ہو گا شام کو مومن ہو گا اور صبح کو کافر ہو گا بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہو گا اس وقت تم اپنی کمانوں کو توڑ دینا اور ان کی تانتوں کو کاٹ دینا اور اپنی تلواروں کو پتھروں سے کچل دینا، اور اپنے گھروں میں اندر

بیٹھ جانا پھر بھی تم میں سے کسی کے پاس کوئی شخص قتل کرنے کے لئے پہنچ جائے تو آدم کے دو بیٹوں میں جو اچھا بیٹا تھا اس کی طرح ہو جانا۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۴۶۲ / ج ۲) یعنی ہابیل کی طرح ہو جانا قتل ہو جانا منظور کر لینا اور خود قتل کرنے کے لئے ہاتھ نہ اٹھانا۔ حضرت ایوب سختیانی فرماتے ہیں کہ اس امت میں سب سے پہلے جس نے ﴿مَآ أَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ﴾ پر عمل کیا وہ حضرت عثمان بن عفانؓ تھے وہ امیر المومنین تھے قتال اور دفاع سب کچھ کر سکتے تھے لیکن انہوں نے مقتول ہونا پسند کر لیا اور قتال کرنا منظور نہ کیا۔

ہابیل نے مزید سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا ﴿إِنِّيٓ أُرِيدُ أَن تَبُوٓأَ بِإِثْمِي وَإِثْمِكَ فَتَكُونَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ﴾ یہ قابیل کو خطاب ہے اور مطلب یہ ہے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تو اپنے گناہ بھی لے اور میرے گناہ بھی لے ان سب کو اپنے اوپر اٹھالے اور دوزخ والوں میں سے ہو جائے ﴿وَذَٰلِكَ جَزَآءُ الظَّالِمِينَ ○﴾ اور یہ ظالموں کی جزاء ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تیرے جو گناہ ہیں ان کا بوجھ تو تیرے اوپر ہے ہی اور میرے قتل کا گناہ بھی تو اپنے سر دھرنے کو تیار ہے۔ یہ سب گناہ مل کر تیرے دوزخ میں جانے کا سبب بن جائیں گے۔

یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ ایک مومن کو اپنے بھائی کا خیر خواہ ہونا چاہئے ہابیل نے جو یہ کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تو اپنا اور میرا گناہ اپنے سر رکھ لے اور دوزخیوں میں سے ہو جائے یہ تو خیر خواہی کے جذبہ کے خلاف ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے ہر طرح سے اپنے

بھائی کو سمجھایا تھا جب اس نے نصیحت قبول نہ کی اور کسی طرح تفہیم فائدہ مند نہ ہوئی تو پھر ہابیل نے دوسرا رخ اختیار کیا اور بتا دیا کہ جو کچھ تو کرنا چاہتا ہے اس کا نتیجہ برا ہے جو دوزخ میں جانے کی صورت میں ظاہر ہوگا ۔۔۔۔۔ میرا ہاتھ نہ اٹھانا تیرے دوزخ میں جانے کا ذریعہ بن جائے گا۔

ممکن ہے کہ ہابیل کی نصیحت سے اور کچھ اپنی سمجھ سے قابیل کو تردد ہوا ہو کہ قتل کرے یا نہ کرے لیکن بالآخر اس کے نفس نے اس پر آمادہ کر ہی لیا کہ اپنے بھائی کو قتل کر دے، چنانچہ اس نے قتل کر ہی ڈالا، قتل کر کے زبردست نقصان میں پڑ گیا، دنیا میں بھی نقصان ہوا کہ ایک بھائی سے محروم ہوا اور والدین بھی ناراض ہوئے اور خالق کائنات جل مجدہ کو بھی ناراض کر دیا اور آخرت کا عذاب اس کے علاوہ رہا۔

قتل کا طریقہ ابلیس نے بتایا :۔

قابیل نے قتل کا ارادہ تو کر لیا لیکن قتل کیسے کرے یہ بھی ایک سوال تھا کیونکہ اس سے قبل دنیا میں کوئی بھی مقتول نہ ہوا تھا۔ قتل کرنا چاہا تو گردن مروڑنے لگا لیکن اس سے کچھ حاصل نہ ہوا۔ اس موقع پر ابلیس ملعون پہنچ گیا اور اس نے ایک جانور لیا اور اس کا سر ایک پتھر پر رکھ کر دوسرا پتھر سر پر مار دیا۔ قابیل دیکھتا رہا اور پھر اس نے اپنے بھائی کے ساتھ بھی ایسا کیا اور قتل کر دیا اس بارے میں مفسرین نے دوسری صورتیں بھی نقل کی ہیں لیکن کیفیت قتل کی تعیین پر کوئی حکم شرعی موقوف نہیں ہے اس لئے کسی صورت کے

متعین کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ یقینی بات ہے کہ اس نے قتل کر دیا جس کی تصریح لفظ فَقتله میں موجود ہے۔ قتل تو کر دیا لیکن اس سے پہلے کوئی میت دیکھی نہ تھی کوئی مر جائے تو کیا کیا جائے اس بارے میں کچھ علم نہ تھا اب قابیل حیران تھا کہ بھائی کی اس لاش کو کیا کرے اسی حیرانی اور پریشانی میں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے دو کوے بھیجے دونوں آپس میں لڑے اور ایک نے دوسرے کو مار دیا پھر اسی مارنے والے کوے نے زمین کو کریدا اور مردہ کوے کی لاش کو دفن کر دیا جب قابیل نے یہ منظر دیکھ لیا تو زمین کھود کر اپنے بھائی کی لاش کو دفن کر دیا۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ ہابیل سب سے پہلا مقتول بھی تھا اور سب سے پہلا مردہ بھی تھا اس سے پہلے کسی انسان کی موت نہ ہوئی تھی لہٰذا قتل کرنے کے بعد قابیل کو پریشانی تھی کہ نعش کو کیا کرے لہٰذا بوری وغیرہ میں بھر کر نعش کو کمر پر اٹھائے پھرتا رہا، اول تو بوجھ اٹھا کر لئے پھرنے کی مصیبت! دوسرے اس کے اردگرد مردہ خور جانوروں کی بھیڑ کہ یہ اسے پھینکے تو کھائیں دونوں باتیں وبال جان بنی ہوئی تھیں ۔۔۔۔۔ جب ایک کوے نے دوسرے کوے کو قتل کرکے اور دفن کرکے دکھا دیا تو اپنے بھائی کی لاش کو دفن کیا، لاش کو ختم کرنے کے اور بھی طریقے تھے مثلاً آگ میں جلا دیا جائے یا سمندر میں پھینک دیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے زمین میں دفن کرنے کا طریقہ بتا دیا گیا جو ایک طبعی اور فطری طریقہ ہے انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے مٹی ہی میں مل جاتا ہے۔ گلے سڑے جو کچھ ہو مٹی کے اندر ہو، اس کے بعد سے عموماً تمام انسان نعشوں کو

دفن ہی کرتے ہیں سوائے ہندوستان کے مشرکوں کے کہ وہ جلاتے ہیں اور سوائے پارسیوں کے کہ وہ اپنی نعشوں کو گدھوں کو کھلا دیتے ہیں انسان کا اکرام اسی میں ہے کہ موت کے بعد اسے دفن کر دیا جائے، اور حضرات انبیاء کرامؑ کا یہی طریقہ ہے۔

جس نے ایک جان کو قتل کیا گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا :۔

مذکورہ آیت کے بعد فرمایا :

﴿مِنْ أَجْلِ ذَالِكَ – كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْ إِسْرَآئِيلَ أَنَّه مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا – وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَآ أَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا – وَلَقَدْ جَآئَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ – ثُمَّ إِنَّ كَثِرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذَالِكَ فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ۝﴾

ترجمہ :۔ ”اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جو بھی کوئی شخص کسی شخص کو بلا عوض کسی جان کے یا بغیر کسی فساد کے قتل کر دے جو زمین میں ہو تو گویا قتل کرنے والے نے سب لوگوں کو قتل کر دیا، اور جس نے کسی جان کو زندہ رکھا تو گویا اس نے سب لوگوں کو زندہ کر دیا، اور یہ واقعی بات ہے کہ ان کے پاس ہمارے رسول کھلی ہوئی دلیلیں لے کر آئے پھر اس کے بعد ان میں سے بہت سے لوگ زیادتی کرنے والے ہیں۔“

یعنی اس وجہ سے کہ حضرت آدمؑ کے ایک بیٹے نے اپنے بھائی پر ظلم و زیادتی کرتے ہوئے قتل کر دیا، ہم نے بنی اسرائیل پر بات لکھ دی

یعنی ان کے لئے شریعت بنا دی اور اس کا اعلان کر دیا کہ جو بھی کوئی شخص کسی شخص کو قتل کر دے اور یہ قتل کرنا کسی جان کے عوض اور بغیر کسی فساد کے نہ ہو تو گویا اس قاتل نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی جان کو زندہ کر دیا یعنی کسی جان کو ہلاکت سے بچا لیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو زندہ کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی کوئی شخص ظلماً مقتول ہو گا تو آدمؑ کے پہلے بیٹے کی بھی اس میں شرکت رہے گی کیونکہ آدمؑ کے اس بیٹے (قابیل نے) سب سے پہلے قتل کی بنیاد ڈالی۔ (رواہ مسلم ص ۶۰)

معلوم ہوا کہ جو شخص بھی دنیا میں ظلماً قتل کرے گا اس کے گناہ میں آدمؑ کے اس بیٹے کا حصہ بھی ہو گا جس نے دنیا میں سب سے پہلے قتل کیا تھا، عذاب و ثواب کا ایک یہ بھی قانون ہے کہ جو شخص کسی خیر کی ابتداء کرے گا اسے اپنے عمل کا بھی ثواب ملے گا اور جو لوگ اس کی دیکھا دیکھی یا اس کی تعلیم و تبلیغ سے اس پر عمل کریں گے ان کے عمل کا بھی اس ابتداء کرنے والے شخص کو ثواب ملے گا اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں بھی کچھ کمی نہ ہو گی، اسی طرح اگر کسی شخص نے اپنے عمل سے یا قول سے کسی برائی کی بنیاد ڈالی تو اس برائی کو جو لوگ اختیار کریں گے ان کے گناہوں کا بوجھ بھی اس بنیاد ڈالنے والے پر ہو گا اور عمل کرنے والوں کے گناہوں میں کچھ کمی نہ ہو گی۔ (کما جآء مصرحا في حديث ابي جرير عند مسلم، مشكوة المصابيح ص ۳۳)

مومن بندوں کو خیر کا داعی اور خیر کا رواج دینے والا اور خیر کا پھیلانے والا بننا چاہئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس بندے کے لئے خوشخبری ہو جسے اللہ نے خیر کی چابی بنایا ہو، اور شر کا تالا بنایا ہو، اور خرابی ہے اس شخص کے لئے جسے اللہ نے شر کی چابی بنایا ہو اور خیر کا تالا بنایا ہو۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۴۴۴) بدعتوں کو رواج دینے والے اپنے بارے میں غور کر لیں۔

الفصل الثاني

فِي إِثْمِ مَنْ قَتَلَ مُو مِنًا مُتَعَمِّدًا

(کسی مومن کو قصداً قتل کرنے کا گناہ عظیم)

سورۃ النساء میں فرمایا:

﴿ومن يقتل مؤمنا متعمدا فجزآئه جهنم خالدا فيه وغضب الله عليه ولعنه و أعدّله عذابا عظيما ○﴾

ترجمہ:۔ اور جو شخص کسی مومن کو قصداً قتل کر دے تو اس کی جزا جہنم ہے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہو گا اور اس پر اللہ کی لعنت ہو گی، اور اس کے لئے اللہ نے بڑا عذاب تیار فرمایا ہے۔

آیت بالا میں مومن کو قتل کرنے والے کے لئے جن باتوں کا ذکر ہے ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ قاتل دوزخ میں ہو گا اور اس میں ہمیشہ رہے گا دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اس پر غصہ ہو گا۔ تیسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہو گی اور چوتھی بات یہ ہے کہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے بڑا عذاب تیار فرمایا ہے۔

جو لوگ مسلمانوں کو قتل کرتے ہیں آیت کے مضمون پر غور کریں۔ منہ پر نقاب ڈال کر قتل کر کے بھاگ جانے سے آخرت کے عذاب سے چھٹکارا نہ ہو گا۔ اہل دنیا جو قتل کرتے کراتے ہیں اور جو لوگ قتل کرنے کے ذریعے پیسہ کماتے ہیں یہ لوگ آخرت کی پیشی کو سامنے رکھ

کر اپنے بارے میں فیصلہ کریں۔

قرآن مجید میں جگہ جگہ قتل نفس سے منع فرمایا۔ سورہ انعام میں فرمایا:

﴿ولا تقتلوا النفس التي حرم الله إلا بالحق - ذالكم وصكم به لعلكم تعقلون ○﴾

ترجمہ:- اور جس کا خون کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل مت کرو ہاں مگر حق کے ساتھ، اللہ نے اس کا تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو۔

سول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إجتنبوا السبع الموبقات قالوا يا رسول الله وماهن؟ قال الشرك بالله، والسحر، وقتل النفس التي حرم الله إلا بالحق، وأكل الربوا وأكل مال اليتيم، والتولي يوم الزحف، وقذف المحصنات المومنات الغافلات» (رواه البخاري و مسلم)

ترجمہ:- سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو! صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ سات گناہ کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ یہ ہیں (۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا (۲) جادو کرنا (۳) کسی جان کو قتل کرنا جس کا قتل اللہ نے حرام کیا ہو (ہاں اگر حق کے ساتھ قتل ہو تو یہ درست ہے مثلاً یہ کہ اس نے کسی کو قتل کیا ہو قصاص میں حکم شرعی کے مطابق قتل کیا جائے گا) (۴) سود کھانا (۵) یتیم کا مال کھانا (۶) میدان جہاد پشت پھیر کر چل دینا (۷) پاک دامن باایمان عورتوں کو تہمت لگانا جن کو برائی کا دھیان تک نہیں۔

آیت اور حدیث میں جو لفظ إلا بالحق فرمایا ہے (کہ مسلمان کو قتل نہ کرو مگر حق کے ساتھ) اس کی تشریح ایک حدیث شریف میں وارد ہوئی ہے وہ اس طرح ہے۔

«عن عبد الله قال: قام فينا رسول الله صل الله عليه وسلم فقال: والذي لآ إله غيره! لا يحلّ دمُ رجلٍ مسلمٍ يشهد أن لآ إله إلا الله، وأني رسول اللّٰه إلا ثلاثة نفر التارك للاسلام المفارق للجماعة والثيب الزاني والنفسُ بالنفس» (رواه مسلم)

ترجمہ :۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن ہمارے اندر کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ قسم اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں کسی مسلمان کا خون حلال نہیں ہے جو لآ إله إلا الله کی گواہی دیتا ہو مگر تین شخصوں کا:

اول وہ شخص جو اسلام کو چھوڑ دے (یعنی مرتد ہو جائے، اسلام کے بعد کفر اختیار کر لے) جماعت مسلمین سے جدا ہو جائے۔ دوسرا وہ شخص جس نے شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کیا ہو (اس کو رجم کیا جائے گا یعنی پتھروں سے مار دیا جائے گا) تیسرا وہ شخص جو کسی کو قتل کر دے اس کے بدلے اس کو قتل کیا جائے گا۔

اس حدیث مبارک میں صاف بتا دیا کہ جس شخص نے لآ إله إلا الله کی گواہی دے دی یعنی اسلام قبول کر لیا اس کا قتل کرنا کسی بھی صورت میں کسی کے لئے حلال نہیں ہے۔ ہاں تین چیزوں میں سے اگر کوئی چیز پائی جائے تو شریعت اسلامیہ کے قواعد کے مطابق اسے قتل کیا

جائے گا۔ اول ارتداد یعنی دین اسلام سے پھر جانا۔ اگر کوئی شخص ایسا کرے تو اسے تین دن تک سمجھایا جائے اور اس کے شبہات دور کئے جائیں وہ دوبارہ اسلام قبول کر لے تو اسے چھوڑ دیا جائے ورنہ قتل کر دیا جائے۔ (کتب فقہ میں لکھا ہے کہ عورت مرتد ہو جائے تو اس پر اسلام پیش کیا جائے قبول کر لے تو بہتر ہے ورنہ کفر سے توبہ کرنے تک جیل میں رکھا جائے۔)

دوم زنا کر لینا۔ یہ بھی سبب ہے قتل کرنے کا جس کی تفصیل یہ ہے کہ غیر شادی شدہ شخص اگر زنا کرے تو اس کو سو کوڑے لگائے جائیں اور شادی شدہ شخص اگر زنا کرے جس کی رخصت اور خلوت ہو چکی ہے تو اس کو رجم کیا جائے یعنی میدان میں کھڑا کر کے پتھروں سے مار دیا جائے۔

سوم کسی جان کو قتل کر دینا، اگر مقتول کے ورثاء قصاص میں قاتل کو قتل کرنا چاہتے ہیں تو اس قاتل کو مقتول کے بدلے قتل کیا جائے گا۔ ان تین چیزوں کے علاوہ اور کوئی صورت کسی مسلمان کا قتل حلال ہونے کی نہیں ہے'

جو شخص قانون شریعت کے خلاف قتل کر دے گا وہ ان وعیدوں کا مستحق ہو گا جو قرآن و حدیث میں وارد ہوئی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ:

«لزوال الدنيا أهون علي الله من قتل رجلٍ مُسلم» (مشکوۃ المصابیح ص ۳۰۰)

ترجمہ:۔ ساری دنیا کا ختم ہو جانا ایک مسلمان آدمی کے قتل کے

مقابلہ میں اللہ کے نزدیک معمولی چیز ہے۔

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «كُل ذنبٍ عسي اللّٰهُ أن يغفره إلا من مات مشركًا أو من يّقتل مومنًا مُّتعمّدًا» (رواه ابو داؤد، و رواه النسائي عن معاوية كما في المشكوة ص ۳۰۱)

ترجمہ :۔ امید ہے کہ اللہ ہر گناہ کو معاف فرما دے گا سوائے شخص کے جو مشرک ہونے کی حالت میں مرگیا یا جس نے کسی مومن کو قصداً قتل کر دیا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«من أعان علي قتل مومنٍ شطر كلمةٍ لقيِ اللّٰه مكتوبٌ بين عينيه ائسٌ مّن رّحمة اللّٰه» (رواه ابن ماجه كما في المشكوة ص ۳۰۲)

ترجمہ :۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جس نے آدھے کلمہ سے بھی کسی مومن کے قتل پر مدد کی وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کی آنکھوں کے درمیان یوں لکھو گا کہ یہ اللہ کی رحمت سے نا امید ہے۔

آپ ﷺ نے عرفات میں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: «إنّ دمائكم وَأموالكم حرامٌ عليكم كحرمة يومكم هذا في شهرِكم هذا في بلدكم هذا» (مشكوة المصابيح)

ترجمہ :۔ بلا شبہ تمہارے خون اور تمہارے مال آپس میں ایک دوسرے پر حرام ہیں جیسا کہ آج کے دن کی بے حرمتی تمہارے اس مہینہ میں تمہارے اس شہر میں حرام ہے۔

پھر دسویں تاریخ کو آپ نے خطبہ دیا اور یہ بھی ارشاد فرمایا:

«وستلقون ربّكم فيسئلكُم عن أعمالكم فلا ترجعوا بعدي ضُلّالًا يضرب بعضكم رقاب بعض» (مشكوة المصابيح)

ترجمہ :۔ عنقریب تم اپنے رب سے ملاقات کروگے سو وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں دریافت کرے گا پھر فرمایا کہ خبردار میرے بعد تم گمراہ مت ہو جانا کہ آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں مارا کرو۔ اور ایک حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

«لا ترجعُنّ كفاراً يضرب بعضكم رقاب بعضكم» (مشكوة المصابيح ص ۳۰۷)

ترجمہ :۔ تم ہرگز میرے بعد کافر مت ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارا کرو۔

کسی مسلمان کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرنا:۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لا يُشيرُ أحدكم علي أخيه بالسلاح فإنّه لا يدري لعلّ الشيطان ينزع في يده فيقع في حفرةٍ من النّار» (رواه البخاري ومسلم)

ترجمہ :۔ تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی پر ہتھیار سے اشارہ نہ کرے اسے نہیں معلوم کہ شاید شیطان اس کے ہاتھ سے نکال دے (جو مسلمان بھائی کے قتل کا سبب بن جائے) پھر یہ اشارہ کرنے والا دوزخ کے گڑھے میں گر پڑے گا نیز حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«من أشار إلي أخيه بحديدة فإنّ الملئكة تلعنه حتي يضعها وإن كان أخاه لأبيه وأُمّه» (مشكوة المصابيح ص ٣٠٥ عن البخاري)

ترجمہ :۔ جس نے کسی لوہے کی چیز سے اپنے بھائی کی طرف اشارہ کیا تو اس پر فرشتے لعنت کرتے رہیں گے جب تک اس کو رکھ نہ دے اگرچہ اس کا حقیقی بھائی ہو۔

مسلمان پر ہتھیار اٹھانا :۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«من حمل علينا السّلاح فليس منّا، رواه البخاري وزاد مسلم من غشّنا فليس منّا» (مشكوة المصابيح ص ٣٠٥)

جو شخص ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں اور جو شخص ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔

ایک مسلمان کے قتل کی سزا :۔

حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

نے ارشاد فرمایا: «لو أنَّ أهل السمآءِ والارضِ اشْترکوْا في دم مومنٍ لا کبَّهُم اللّٰهُ في النَّارِ» (رواه الترمذي کما في المشکوة ص ۳۰۰)

قتل کرانے والا دوزخ میں:-

حضرت ابو الدرداؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «یوتي بالقاتل والمقتولِ یوم القیامة فیقولُ ربِّ سل هذا فیم قتلني فیقول أي رب أمرني هذا فیوخذ بأیدیهما جمیعًا فَیُقْذَفان في النَّار» (جمع الفوائد عن المعجم الکبیر للطبراني)

قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں:-

فتنوں کے زمانہ میں قتل کی بھرمار کا یہ عالم ہو جاتا ہے کہ عصبیت کی بنیاد پر ہر فریق کا ہر شخص دوسرے فریق کے ہر شخص کو قتل کرنے کے لئے فکر مند رہتا ہے اور جہاں جس کا موقع لگا وہیں قتل کر دیتا ہے۔ اس قتل کی اندھیر گردی میں قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں چلے جاتے ہیں۔
حضرت ابوبکرہؓ سے روایت ہے:

«قال رسول اللّٰه صلي اللّٰهُ تعالي علیه وعلي اٰله وسلم إذا تَواجه المُسْلمان بسیفیهما فکلاهُما من أهلِ النّار قیل هذا القاتلُ فما بالُ المقتولِ قالَ إنه قد أرادَ قتلَ صاحبه»

(صحیح بخاری کتاب الفتن ص ۱۰٤۹)

ترجمہ :- ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب دو مسلمان اپنی تلوار لے کر ایک دوسرے کے مقابلہ میں آ جائیں سو وہ دونوں دوزخی ہیں، کسی نے عرض کیا کہ قاتل کا دوزخی ہونا سمجھ میں آتا ہے مقتول کیوں دوزخ میں گیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس وجہ سے کہ وہ بھی دوسرے شخص کو قتل کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔

مطلب یہ ہے کہ قتل کے ارادے سے تو دونوں نکلے تھے۔ اپنی نیت کی وجہ سے دونوں دوزخ میں چلے گئے یہ بات اور ہے کہ ایک کو موقع مل گیا اس نے قتل کر دیا دوسرے کا داؤ نہ چلا وہ مقتول ہو گیا۔ جو شخص قتل ہوا وہ اپنی نیت کی وجہ سے دوزخ میں گیا کیونکہ وہ بھی جاہلانہ جذبات اور تعصبات کی وجہ سے قتل کرنے کے لئے نکلا تھا۔ اللہ کی رضا کے لئے جنگ کرنا اس کا مقصد نہ تھا۔ قتل کرنے والے توبہ کریں جو سچی توبہ ہو اور آئندہ قتل مومن سے باز آئیں۔

ان آیات کریمہ اور احادیث شریفہ سے قتل مسلم کا وبال اور عذاب معلوم ہوا۔ قتل کرنا تو بہت دور کی بات ہے حسب فرمان سرور عالم ﷺ کسی مسلمان بھائی کی طرف کسی لوہے کی چیز سے اشارہ کر دے تو جب تک اس کو رکھ نہ دے فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ ہر مسلمان غور کرے اور سوچے کہ اگر میں نے کسی مسلمان پر ہتھیار اٹھایا یا اسے قتل کر دیا تو آخرت میں میرا کیا بنے گا۔ پھر آخرت تو بعد میں ہے اسی دنیا میں رہتے ہوئے آنحضرت ﷺ کی امت سے خارج ہو جائے گا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۰۵ از بخاری)

ایک حدیث میں ارشاد ہے:

«ملعون مّن ضارّ مومنًا أو مكر به» (رواه الترمذي)

ترجمہ:۔ وہ شخص ملعون ہے جو کسی مومن کو ضرر پہنچائے یا اس کے ساتھ مکر کرے۔

جب کسی بھی مسلمان کو تھوڑا سا ضرر پہنچانا اور اس کے ساتھ کچھ مکاری کرنا لعنت کا سبب ہے تو اس کے قتل کا وبال اور عذاب کتنا سخت ہوگا اسی سے سمجھ لیا جائے، جس کی بعض تفصیلات گزر چکی ہیں۔

عصبیت کی تباہ کاری:۔

آج کل دشمنوں نے مسلمانوں میں طرح طرح کی عصبیتیں پیدا کر رکھی ہیں کہیں عرب و عجم کی عصبیت کام کر رہی ہے کہیں عربوں کو آپس میں لڑایا جا رہا ہے کہیں صوبائی عصبیتیں کام کر رہی ہیں اور کہیں لسانی عصبیتوں نے بصیرت اور بصارت ختم کر دی ہے کہیں مہاجر اور غیر مہاجر کا سوال اٹھا رکھا ہے جو قتل اور خون ریزی کا سبب بنا ہوا ہے۔ عصبیتوں کی وجہ سے مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے جان لیوا بن رہے ہیں۔

عصبیت کے بارے میں رحمتہ للعالمین ﷺ نے فرمایا: «ليسَ منّا من دعا إلي عَصَبِيَّةٍ وَلَيسَ منَّا مَن قاتلَ عصبيةً وليسَ منا من ماتَ علي عصبيةٍ» (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ:۔ ”وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت کی دعوت دے اور وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت کی بنیاد پر

جنگ کرے اور وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت پر مر جائے۔"
یہ عصبیت اسلام کے مزاج کے بالکل خلاف ہے اسی لئے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عصبیت کی دعوت دینے والا اور عصبیت کی بنیاد پر لڑنے والا اور عصبیت پر مر جانے والا ہم میں سے نہیں ہے۔

عصبیت کی وجہ سے بہت خون خرابے ہو رہے ہیں جب دو آدمیوں میں کوئی مخالفت ہو یا جھگڑا ہونے لگے یا لڑائی شروع ہو جائے تو یہ نہیں دیکھا جاتا کہ ان دونوں میں حق پر کون ہے۔ دیکھنے والے یہ دیکھتے ہیں کہ ان میں سے کون سا شخص میرا ہم زبان ہے، ہم وطن ہے یا ہم قوم ہے اور اسی بنیاد پر مدد کرنے لگتے ہیں اور دونوں فریق کو ایسے حمایتی مل جاتے ہیں جو عصبیت کی بنیاد پر اپنا آدمی سمجھتے ہیں۔ یہ کوئی نہیں دیکھتا کہ ظالم کون ہے اور مظلوم کون ہے۔ ظالم کی حمایت کر کے سب ظلم میں شریک ہو جاتے ہیں پھر جو لوگ مظلوم کے ساتھی ہوتے ہیں وہ اس سے بہت آگے بڑھ جاتے ہیں جتنا ظلم ان کے آدمی پر ہوا اور یہ لڑائی پھر دو آدمیوں کی نہیں رہتی بلکہ قبیلوں اور جماعتوں کی لڑائی بن جاتی ہے اور اس طرح سے لڑائی طول پکڑ جاتی ہے اور وحدت امت پارہ پارہ ہو جاتی ہے۔ ظلم کا ساتھ دینا ظلم ہے، اپنا ہو یا پرایا اس کی مدد جب ہی کرو جب وہ مظلوم ہو۔ اگر ظالم کی مدد کر دی تو بھی ظلم کر دیا اور اپنے پر بھی ظلم کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«أنصر أخاك ظالمًا أو مظلومًا» تو اپنے بھائی کی مدد کر ظالم ہو یا مظلوم ہو، ایک شخص نے عرض کیا کہ میں مظلوم ہونے صورت میں تو مدد کروں گا ظالم ہونے صورت میں کیسے مدد کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:۔

«تمنعه من الظلمِ فذلكَ نصرُك إيّاهُ» (کہ تو اسے ظلم سے روک دے یہ تیری طرف سے اس کی مدد ہوگی)۔ (مشکوۃ ص ۴۲۲)

آج عصبیت کی وبا میں تقریباً دنیا کی ہر قوم اور ہر قبیلہ کے لوگ مبتلا ہیں مدد کرنے والے صرف یہ دیکھتے ہیں کہ اپنا ہے یا پرایا۔ یہ نہیں دیکھتے کہ ان دو لڑنے والوں میں سے ظالم کون ہے اور مظلوم کون۔ یہ اسلامی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے اس کا وبال بہت بڑا ہے اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہوگی کہ حضور فخر کائنات ﷺ نے فرما دیا کہ ایسا شخص ہم میں سے نہیں ہے۔

تعصب کی بنیاد پر قتل ہونا جاہلیت کی موت ہے :۔

ایک حدیث میں ہے :

«عَن أبي هريرةَ رضي اللّهُ عنهُ قال سمعْتُ رسول اللّه صلي اللّه عليه وسلم يقول من خَرَجَ من الطّاعة وفارقَ الجماعةَ فمات ماتَ ميتةً جاهليّةً ومن قاتل تحتَ رايةِ عميّة يغضبُ لعصبيّةٍ أو يدعو لعصبيّةٍ أو ينصرُ عصبيّةً فقتل فقتْلةٌ جاهليّةٌ ومن خرجَ علي أُمتي بِسَيفِه يضرِبُ برَّها وفاجرَها ولا يتحاشي من مومنها ولا يفي لذي عهدٍ عهده فليسَ منّي ولستُ منه» (رواه مسلم كما في المشكوة ص ۳۱۹)

ترجمہ :۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو شخص امام المسلمین کی فرمانبرداری سے نکل گیا اور جماعت سے علیحدہ ہو گیا پھر وہ مر گیا تو جاہلیت والی موت مرا اور جو شخص

ایسے جھنڈے کے نیچے جنگ کرے جس میں حق اور ناحق کا پتہ نہ ہو جو تعصب کی وجہ سے غصہ ہوتا ہو اور تعصب کی دہائی دیتا ہو اور تعصب کی وجہ سے مدد کرتا ہو پھر وہ قتل ہو گیا تو اس کا یہ قتل ہونا جاہلیت کے طریقہ پر قتل ہونا ہے اور جو شخص میری امت پر تلوار لے کر نکلا جو نیک اور بد کو مارتا چلا گیا اور مومن کے قتل سے پرہیز نہیں کرتا اور جو معاہدے والے کا عہد پورا نہیں کرتا تو ایسا شخص مجھ سے نہیں ہے اور نہ میں اس سے ہوں۔

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ جو شخص تعصب کی بنیاد پر غصہ ہوتا ہے یا تعصب کی دعوت دیتا ہے یا تعصب کی بنیاد پر مدد کرتا ہے اور اسی کام میں لگے ہوئے قتل ہو جاتا ہے تو اس کا یہ قتل ہو جانا جاہلیت کے طریقے پر قتل ہونا ہے اور اس کا قتل ہونا چونکہ اسلامی نہیں ہے اس لئے یہ جاہلیت کا قتل ہے اور ایسے شخص کو شہید کہنا جیسا کہ آجکل رواج پڑ گیا ہے یہ بھی جہالت اور جاہلیت ہے۔ شہید وہ ہے جو اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے میدان جنگ میں حاضر ہو اور وہاں مقتول ہو جائے صرف مقتول ہو جانے سے کوئی شہید نہیں ہو جاتا۔ جو لوگ لسانی، قومی، صوبائی تعصب کو ہوا دیتے ہیں اور اس کی دعوت دیتے ہیں اور اس کے لئے جماعتیں بناتے ہیں اور ان جماعتوں کی قیادت کرتے ہیں اور وہ خود اس کام میں لگنے کی وجہ سے قتل ہو جاتے ہیں یا ان کی دعوت پر تعصب میں لگنے والے مقتول ہو جاتے ہیں یہ سب جاہلیت کی موت مر رہے ہیں۔ تمام قومیں اور ان کے قائد حدیث بالا کو بار بار پڑھیں اور سوچیں کہ جنگ و جدال اور قتل و قتال کس بنیاد پر ہے۔ اسلام کے لئے ہے یا کسی تعصب کے لئے ہے۔ اگر اسلام کے لئے نہیں ہے تو اپنا رخ پلٹیں اور تعصب کو چھوڑ دیں اور ظلم کی مدد

سے باز آئیں اور توبہ کریں۔

حدیث بالا میں یہ بھی فرمایا کہ جو شخص میری امت پر تلوار لے کر نکلا جو ہر نیک اور بد کو مارتا چلا جاتا ہے اور مومن کے قتل سے باز نہیں آتا اور عہد والے کا عہد پورا نہیں کرتا تو وہ مجھ سے نہیں ہے اور میں اس سے نہیں، دور حاضر میں جو نقاب پوش کلاشنکوف لے کر نکلتے ہیں اور ایک طرف سے مارتے ہوئے چلے جاتے ہیں یہ لوگ اس حدیث کا مصداق ہیں۔ ہم نہیں کہ سکتے کہ یہ کون لوگ ہیں اتنی بات عرض کر دیتے ہیں کہ اگر مسلمان ہونے کا دعویٰ ہے تو حضرت خاتم النبیین ﷺ کے ارشاد کے مطابق مسلمان نہیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «فليس مني ولست منه» کہ میں ان سے نہیں اور وہ مجھ سے نہیں۔

لوٹ مار، غصب، چوری، خیانت کرنے والا مومن نہیں :۔

ایک حدیث ملاحظہ فرمائیے : «عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلي الله تعالي عليه وسلم لا يزني الزاني حين يزني وهو مومنٌ ولا يسرقُ السارق حين يسرق وهو مومنٌ ولا يشرب الخمر حين يشربها وهو مومن ولا ينتهب نُهْبَةً يرفع الناسَ إليها أبصارهم حين يَنتَهِبُهَا وهو مومن ولا يَغُلُّ أحدكم حين يغل وهو مومن فإيَّاكم إياكم» (مشكوة المصابيح ص ١٧ عن البخاري و مسلم)

ترجمہ :۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

نے ارشاد فرمایا کہ زانی زنا کرتے وقت مومن نہیں ہوتا اور چور چوری کرتے وقت مومن نہیں ہوتا اور جو شخص شراب پی رہا ہو شراب پیتے وقت مومن نہیں ہوتا اور جو شخص مال لوٹ رہا ہو جس کی طرف لوگ (حیرانی سے) آنکھیں اٹھائے ہوئے ہوں وہ لوٹتے وقت مومن نہیں ہوتا اور جو شخص مال غنیمت میں خیانت کر رہا ہو وہ خیانت کرتے وقت مومن نہیں ہوتا لہٰذا تم ان گناہوں سے بچو! ان گناہوں سے بچو!۔

حرص مال کی تباہ کاری :-

مال کی حرص نے لوگوں کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا ہے، یہ بھی غور کرنے کی بات ہے، مال حاصل کرنے کے لئے ذرا بھی حلال و حرام کا خیال نہیں کیا جاتا۔ ظلم سے، غصب سے، لوٹ مار سے، رشوت سے، جس طرح بھی ہو مال لینے کو اور اس کی طرف لپکنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ یہ مومن کا طریقہ نہیں، مومن تو صرف حلال کا طلب گار ہوتا ہے حرام سے بچتا ہے حرام مال کی وجہ سے جو آخرت میں عذاب ہو گا اس کا یقین رکھتا ہے اور وہاں کے حساب و کتاب اور عذاب و ثواب کا یقین اسے حرام سے روکتا ہے اس کی دنیاوی حاجتیں رکی رہتی ہیں لیکن وہ حرام حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ نہ مال حرام کی طرف قدم اٹھاتا ہے اور نہ ہاتھ بڑھاتا ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے «مَنِ انْتَهَبَ فَلَيْسَ مِنَّا» (مجمع الزوائد ص ۲۳۷ / ج ۵) (کہ جس نے لوٹنے کا کام کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے) اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: «لیس منا

من انتهب أو سلب أو أشار بالسلب» وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو لوٹنے کا کام کرے یا (کسی کا مال) چھینے یا چھیننے کا مشورہ دے۔
(ایضاً)

غور کریں کہ لوٹنے والے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ ارشاد فرما رہے ہیں کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ دنیا کا ہرا بھرا مال نفس کو اچھا لگتا ہے لیکن لوٹنے والا یہ نہیں سوچتا کہ رحمتہ للعالمین ﷺ مجھے اپنی امت سے خارج فرما رہے ہیں۔

الفصل الثالث

في مَشْروعيَّة القصاص و أحكامه و حكَمه

(قصاص کے احکام اور اس کی حکمتیں)

سورۃ البقرہ میں ارشاد فرمایا:

﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ أٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰي - أَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْأُنْثٰي بِالْأُنْثٰي - فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَأَدَآءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ - ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ - فَمَنِ اعْتَدٰي بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيْمٌ○ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰأُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ○﴾

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! تم پر قصاص فرض کیا گیا مقتولین کے بارے میں، آزاد کو آزاد کے بدلہ اور غلام کو غلام بدلہ، اور عورت کو عورت کے بدلہ، سو جس شخص کے لئے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی کر دی جائے تو بھلائی کے ساتھ اس کا مطالبہ ہو اور اچھے طریقہ پر اس کی ادائیگی ہو۔ یہ تخفیف ہے تمہارے رب کی طرف سے اور رحمت ہے۔ پھر جس نے اس کے بعد زیادتی کی تو اس

کے لئے دردناک عذاب ہے اور تمہارے لئے قصاص میں بڑی زندگی ہے اے عقل والو! تاکہ تم پرہیز کرتے رہو۔

لباب النقول میں حضرت سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے کہ زمانہ اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں عرب کے دو قبیلے آپس میں برسرپیکار رہتے تھے اور ان میں کشت و خون کی وارداتیں ہوتیں تھیں۔ غلام اور عورتوں تک کو قتل کر دیا جاتا تھا۔ ابھی تک ان کے آپس کے قصاص اور دیت کے فیصلے نہ ہو پائے تھے کہ دونوں قبیلوں نے اسلام قبول کر لیا۔ ان میں سے ایک قبیلہ دوسرے کے مقابلہ میں اپنے کو زیادہ صاحب عزت و رفعت سمجھتا تھا اس لئے انہوں نے قسم کھائی کہ ہم راضی نہ ہوں گے جب تک کہ ہمارے غلام کے بدلہ آزاد قتل نہ کیا جائے اور ہماری عورت کے بدلہ دوسرے قبیلہ کا مرد قتل نہ کیا جائے۔ اس پر آیت بالا نازل ہوئی جس میں ارشاد فرمایا کہ آزاد، آزاد کے بدلہ اور غلام، غلام کے بدلہ اور عورت، عورت کے بدلہ قتل کی جائے۔ اس شان نزول سے معلوم ہو گیا کہ ﴿اَلْعَبْدُ بِالْعَبْدِ﴾ اور ﴿اَلْأُنْثٰي بِالْأُنْثٰي﴾ کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ غلام کے بدلے آزاد قتل نہ ہو اور عورت کے بدلے مرد قتل نہ ہو۔ سورہ مائدہ میں جو ﴿أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ﴾ فرمایا ہے اس میں ہر جان کو دوسری جان کے برابر قرار دیا ہے۔ مفسر ابن کثیر (ص ۲۰۹ / ج ۱) نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ اہل عرب مرد کو عورت کے بدلہ قتل نہیں کرتے تھے بلکہ مرد کو مرد کے بدلہ اور عورت کو عورت کے بدلہ قتل کرتے تھے جس پر اللہ تعالیٰ نے ﴿أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ﴾ نازل فرمائی۔

جب کوئی شخص کسی کو قتل کر دے تو اس کی جان کا بدلہ جو جان سے دیا جاتا ہے قرآن میں اس کو قصاص کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ قصاص قتل عمد (یعنی قصداً جان کو قتل کرنے) میں ہوتا ہے۔ جس کی تفصیلات کتب فقہ میں مرقوم ہیں۔ لفظ قصاص مماثلت یعنی برابری پر دلالت کرتا ہے، چونکہ جان کا بدلہ جان سے رکھا گیا ہے اس لئے اس میں حاکم محکوم، صغیر کبیر اور امیر غریب میں کوئی فرق نہیں اور قبیلوں اور قوموں کے اعتبار سے جو دنیا میں امتیاز سمجھا جاتا ہے قصاص کے قانون میں اس کا کوئی اعتبار نہیں اگر مقتول کے اولیاء سب یا کوئی ایک وارث جان کے بدلہ مال لینے پر راضی ہو جائے تو اس مال کو دیت (خون بہا) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کو خطاً قتل کر دے (جس کی کئی صورتیں ہیں) تو اس کے عوض مال واجب ہوتا ہے۔ اس مال کو بھی دیت کہا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کے اعضاء میں سے کسی عضو کو کاٹ دے تو اس میں بھی بعض صورتوں قصاص اور بعض صورتوں میں دیت واجب ہوتی ہے۔ اعضاء کی دیت کو ارش بھی کہا جاتا ہے۔

قصاص وارثوں کا حق ہے :۔

قتل عمد (جس میں قصاص ہے) اس میں قصاص لینا مقتول کے وارثوں کا حق ہے۔ مقتول کے جتنے بھی شرعی وارث ہوں وہ سب قصاص لینے کے مستحق ہیں لیکن چونکہ قصاص قابل تقسیم نہیں ہے اس لئے اگر کوئی بھی ایک وارث اپنا حق قصاص معاف کر دے تو اب

دوسرے وارث بھی قصاص نہیں لے سکتے اور اب وہ بھی دیت ہی لے سکتے ہیں اور جس نے قصاص معاف کر دیا اب وہ بھی دیت لے سکتا ہے ہاں اگر اس نے اپنے حصے کی دیت بھی معاف کر دی تو وہ بھی معاف ہو جائے گی۔ ایک جان کی دیت سو اونٹ ہیں جس کی تفصیل کتب فقہ میں لکھی ہے۔ اگر قاتل اور مقتول کے ورثاء آپس میں مال کی کسی مقدار پر صلح کر لیں تب بھی قصاص ساقط ہو جاتا ہے اور جو مال مصالحت یا دیت کے طور پر وصول ہو مقتول کے وارث شرعی میراث کے حصوں کے مطابق اس کے مالک اور وارث ہوں گے۔ دیت کے طور پر یا مصالحت کے ذریعے مال لینا فریقین کی رضامندی سے ہو سکتا ہے۔

قصاص یا دیت معاف کرنا سربراہ مملکت کے اختیار میں نہیں :-

دنیا میں ایک جاہلانہ قانون نافذ ہے کہ ملک کا سربراہ قاتل کی درخواست پر اپنے ذاتی و جماعتی فوائد کو سامنے رکھ کر قاتل کو معاف کر دیتا ہے۔ یہ شریعت اسلامیہ کے بالکل خلاف ہے مقتول کے وارثوں کو حق ہے کہ معاف کریں یا قصاص لیں یا دیت لیں، کسی امیر یا وزیر یا صدر یا بادشاہ کو معافی دینے کا اور وارثوں کا حق باطل کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ جو بھی کوئی سربراہ ایسا کرے گا وہ قانون قرآن کا باغی ہو گا۔

قصاص کے عوض مال لینے کی مشروعیت امت محمدیہ ﷺ کے لئے تخفیف اور رحمت ہے :-

قتل عمد کی صورت میں باہمی رضامندی سے قصاص کے عوض مال دے کر قاتل کی جان بچا دینا اور دیت کا حلال ہونا یا بطور مصالحت کے مال لے لینا یہ امت محمدیہ علي صاحبها الصلوٰۃ و التحیه کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تخفیف ہے اور خاص رحمت ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ بنی اسرائیل پر قصاص ہی فرض تھا ----- دیت ان کے لئے مشروع نہ تھی۔ حضرت قتادہؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت پر رحم فرمایا کہ ان کو دیت لینے کا حق دے دیا۔ اہل تورات پر صرف قصاص فرض تھا اور دیت مشروع نہ تھی اور اہل انجیل کو معاف کر دینے کا حکم تھا۔ اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ نے تینوں چیزیں مشروع فرما دیں۔ (ابن کثیر ص ۲۱۰ / ج ۱)

جب کوئی ایک وارث یا سب وارث خون معاف کر دیں یا دیت پر راضی ہو جائیں اور دیت دینا واجب ہو جائے یا مصالحت کے ذریعے آپس میں مال دینا طے ہو جائے تو اب مقتول کے ورثاء کو چاہئے کہ حسن مطالبہ کریں اور سختی اور تشدد سے کام نہ لیں ﴿فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ﴾ میں اسی کا حکم فرمایا ہے اور قاتل پر لازم ہے کہ بغیر ٹال مٹول کے اور بغیر تقاضوں کے وارثوں کو طے شدہ مال ادا کر دے ﴿وَأَدَآءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ﴾ میں اسی کا حکم دیا ہے۔ جب آپس میں معاملات طے ہو گئے تو دونوں فریقوں میں سے جو شخص بھی زیادتی کرے گا وہ آخرت میں عذاب الیم میں گرفتار ہو گا۔ اسے سخت عذاب

دیا جائے گا مثلاً قاتل اگر دیت پر معاملہ کر کے دیت دینے سے انکاری ہو جائے، کہیں چھپ جائے، فرار ہو جائے تو یہ اس کی طرف سے ظلم اور زیادتی ہے اور مثلاً مقتول کے اولیاء دیت لے کر بھی قتل کر دیں تو یہ ان کی طرف سے ظلم اور زیادتی ہو گی۔ ہر فریق کے لئے عذاب دوزخ ہے۔ حضرت ابو شریح خزاعیؓ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنا ہے کہ جس شخص کا کوئی خونی نقصان ہو جائے (یعنی اس کا کوئی عزیز عمداً قتل کر دیا جائے یا زخم پہنچ جائے) تو اسے تین چیزوں کا اختیار ہے قصاص لے لے یا معاف کر دے یا دیت لے لے اس کے سوا اگر کوئی چوتھا کام کرنا چاہے تو اس کا ہاتھ پکڑ لو، ان میں سے کسی چیز کو اختیار کرنے کے بعد زیادتی کرے تو اس کے لئے دوزخ ہے اس میں ہمیشہ رہے گا۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۳۰۱)

قانون قصاص میں بڑی زندگی ہے :-

قصاص کا قانون جاری کرنے اور اس کو عملاً نافذ کرنے میں بہت بڑی زندگی ہے۔ اس مضمون کو پھر بھی ﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ﴾ میں بیان فرمایا ہے۔ قصاص میں بظاہر قاتل کی موت ہے اسے امت کے حق میں بڑی حیات فرمایا۔ کیونکہ جب قصاص کا قانون نافذ ہو گا تو قاتل بھی قتل کرنے سے بچے گا اور ہر شخص کے کنبہ اور قبیلہ کے لوگ اس بات کے فکر مند رہیں گے کہ ہمارے کسی فرد سے شخص قتل نہ ہو جائے۔ مفسر ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ائمہ اربعہ اور جمہور کا

مذہب یہ ہے کہ اگر ایک شخص کو چند آدمی مل کر قتل کر دیں تو ان سب کو اس ایک مقتول کے عوض قتل کیا جائے گا۔ (ص ۲۱۰ / ج ۱)

حضرت سعید بن مسیب ؒ نے بیان فرمایا کہ پانچ یا سات آدمیوں نے کسی ایک شخص کو تنہائی میں دھوکہ دہی کے طور پر قتل کر دیا تھا، حضرت عمرؓ نے ان پانچوں یا ساتوں کو ایک شخص کے قصاص میں قتل کر دیا اور فرمایا کہ اگر شہر صنعاء کے سارے آدمی مل کر بھی شخص واحد کو قتل کرتے تو میں ان سب کو قتل کروا دیتا۔ (رواه مالك و رواه البخاري عن ابن عمر نحوه كما في المشكوة ص ۳۰۲)

قصاص عین عدل ہے، اس کو ظلم کہنا ظلم ہے :۔

قصاص کا قانون نافذ ہونے سے اور اس پر عمل کرنے سے بہت سی جانیں بچتی ہیں اور لوگ ایک دوسرے کو قتل کرنے سے باز رہتے ہیں اس لئے قصاص کو بڑی حیات کا ذریعہ بتایا۔ بہت سے جاہل قصاص کے قانون کو ظلم سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ لوگ ظلم کا معنی بھی نہیں جانتے، ظلم کرنے والا تو قاتل ہے جس نے ناحق قصداً و عمداً کسی کو قتل کیا، قتل کے بدلے میں قاتل کو قتل کر دینا عین انصاف ہے اس کو ظلم سے تعبیر دینا جہالت اور حماقت ہے یہ جاہل کہتے ہیں کہ قاتل کو قتل نہ کیا جائے بلکہ جیل میں ڈال دیا جائے اور یہ نہیں سمجھتے کہ اس سے تو اور زیادہ قتل پر جرأت ہو جاتی ہے۔ آدمی سمجھتا ہے کہ قتل تو کر ہی دوں، تھوڑی بہت جیل بھگت لوں گا۔ جن کا مزاج قتل اور غارت گری اور ڈکیتی اور فتنہ فساد کا ہے وہ جیل سے بالکل نہیں ڈرتے۔ جیل

کی دیواریں پھاند کر اور کھڑکیاں توڑ کر بھاگ جاتے ہیں۔ جن لوگوں کے نزدیک انسانوں کی جانوں کی قیمت نہیں ہے وہ لوگ قصاص کو اچھا نہیں سمجھتے۔ انہیں قاتل پر رحم آتا ہے عامتہ الناس کی جانوں پر رحم نہیں آتا۔ سنن ابو داؤد میں ہے کہ جس نے قصداً قتل کیا تو اس میں قصاص ہے اور جو شخص قصاص نافذ کرنے کے بارے میں آڑے آجائے اس پر اللہ کی لعنت ہے اور فرشتوں کی لعنت ہے اور سب انسانوں کی لعنت ہے۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۳۰۲)

اعضاء و جوارح میں قصاص :-

سورہ مائدہ میں فرمایا :

﴿ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ — وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ — وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ — فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُ — وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُونَ ۝ ﴾

ترجمہ :- اور ہم نے ان پر تورات میں لکھ دیا کہ جان جان کے بدلہ اور آنکھ آنکھ کے بدلہ اور کان کان کے بدلہ اور دانت دانت کے بدلہ ہے اور زخموں میں قصاص ہے سو جو شخص معاف کر دے وہ اس کے لئے کفارہ ہے اور جو شخص اس کے موافق حکم نہ کرے جو اللہ نے نازل فرمایا سو یہ لوگ ظالم ہیں۔

تورات شریف میں جو قصاص کے احکام تھے عملی طور پر یہود نے ان کو بھی بدل رکھا تھا، مدینہ منورہ میں یہودیوں کے دو بڑے قبیلے موجود

تھے، ایک قبیلہ بنی نضیر اور دوسرا بنی قریظہ تھا ان میں آپس میں لڑائی جھگڑے اور مار کاٹ کی وارداتیں ہوتی رہتی تھیں، بنی نضیر اپنے کو اشرف اور اعلیٰ سمجھتے تھے جب کوئی شخص بنی نضیر میں سے بنی قریظہ کے کسی شخص کو قتل کر دیتا تھا تو اسے قصاص میں قتل نہیں ہونے دیتے تھے اور اس کی دیت میں ستر وسق کھجوریں دے دیتے تھے اور جب کوئی شخص بنی قریظہ میں سے بنی نضیر کے کسی شخص کو قتل کر دیتا تھا تو قاتل کو قصاص میں قتل بھی کرتے تھے اور دیت میں ایک سو چالیس وسق کھجوریں بھی لیتے تھے اور اگر بنی نضیر کی کوئی عورت بنی قریظہ کے ہاتھ سے قتل ہو جاتی تو اس کے عوض بنی قریظہ کے مرد کو قتل کرتے تھے اور اگر کوئی غلام قتل ہو جاتا تھا تو اس کے بدلے بنی قریظہ کے آزاد مرد کو قتل کرتے تھے ----- اسی طرح کے قانون انھوں نے جراحات کے عوض کے بارے میں بنا رکھے تھے بنو قریظہ کو مال کم دیتے تھے اور خود اس سے دوگنا لیتے تھے یہ یہودیوں کے دو قبیلوں کے درمیان معاملہ ہوتا تھا۔

اللہ جل شانہ نے آنحضرت ﷺ پر آیت بالا نازل فرمائی جس میں قصاص کے احکام بیان فرمائے۔ جس سے یہ معلوم ہو گیا کہ ان میں سے جو زور آور قبیلہ نے کمزور قبیلہ کے ساتھ معاملہ کر رکھا ہے یہ معاملہ ظالمانہ ہے۔ اسی لئے آخر میں فرمایا:

﴿ومَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ○﴾ (اور جو شخص اس کے موافق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل فرمایا تو یہی لوگ ظلم کرنے والے ہیں)

قصاص کا یہ قانون ہمارے لئے بھی اس طرح مشروع ہے کہ جان کو جان کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا بشرطیکہ قاتل نے قصداً قتل کیا ہو۔ اس میں چھوٹا بڑا مرد عورت بینا اور نابینا تندرست اور اپاہج ----- سب برابر ہیں، کسی مالدار کو کسی غریب پر اور کسی قبیلے کو دوسرے قبیلہ پر کوئی توقیت اور فضیلت حاصل نہیں البتہ یہ معاملہ مقتول کے اولیاء کے سپرد ہو گا وہ اگر چاہیں تو قصاص لیں اور چاہیں تو معاف کر دیں اور چاہیں تو دیت لے لیں۔

اگر کوئی شخص کسی کی آنکھ میں مار دے جس سے روشنی چلی جائے تو اس پر بھی قصاص ہے مارنے والے کی آنکھ کی روشنی ختم کر دی جائے اور اگر کوئی شخص کسی کا دانت توڑ یا اکھاڑ دے تو اس کا بدلہ بھی دلایا جائے گا ----- اسی طرح کوئی شخص کسی کی ناک کاٹ دے تو کاٹنے والے کی ناک کاٹ دی جائے گی اور اگر کوئی شخص کسی کا کان کاٹ دے تو اس میں بھی قصاص ہے یعنی کاٹنے والے کا کان کاٹا جائے گا۔

قرآن مجید میں قصاص فی النفس کے بعد آنکھ ناک کان اور دانت میں قصاص بتایا ہے دوسرے اعضاء کا ذکر نہیں فرمایا فقہ کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ دیگر اعضاء و اطراف کے قصاص کے مسائل بھی لکھے ہیں ----- اگر کوئی شخص کلائی سے قصداً کسی کا ہاتھ کاٹ دے تو کاٹنے والے کا بھی ہاتھ کاٹ دیا جائے اگرچہ اس کا ہاتھ بڑا ہو، اسی طرح انگلیوں میں بھی قصاص ہے اگر کوئی شخص کسی کی پوری انگلی جڑ سے کاٹ دے یا بیچ کے جوڑوں میں سے کسی جوڑ سے کاٹ دے تو اس میں بھی قصاص ہے، اسی طرح پاؤں کاٹنے میں بھی قصاص ہے، اگر کوئی شخص ٹخنے کے جوڑ سے کسی کا پاؤں کاٹ دے تو اس کے بدلے

اسی جوڑ سے کاٹنے والے کا پاؤں کاٹ دیا جائے گا، اور بھی بہت سی تفصیلات ہیں جو فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں لکھی ہیں۔

آخر میں فرمایا ﴿والجروح قصاص﴾ (اور زخموں میں قصاص ہے) زخموں کی فقہاء نے دس قسمیں لکھی ہیں اور ان کے احکام میں بڑی تفصیلات ہیں جس زخم میں مساوات یعنی برابری ہو سکے اس میں قصاص ہے اور جس میں برابری نہ ہو سکے اس میں مال دیا جائے گا---- ہدایہ (کتاب الجنایات) میں فصل فی الشجاج کا مطالعہ کر لیا جائے۔

﴿فهو كفارة له﴾ کے معنی :-

پھر فرمایا: ﴿فمن تصدق به فهو كفارة له﴾ حضرات مفسرین کرام نے اس کے دو مطلب لکھے ہیں، اصل سوال یہ ہے کہ له کی ضمیر کس طرف راجع ہے اگر جریح (زخمی) اور قتیل کے ولی کی طرف راجع ہے تو آیت کا یہ مطلب ہے کہ مجروح نے یا مقتول کے ولی نے اگر جارح اور قاتل کو معاف کر دیا اور اپنے حق کا صدقہ کر دیا یعنی جارح اور قاتل کو معاف کر دیا تو یہ اس کے لئے کفارہ ہے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور حسن اور شعبی اور قتادہ سے ایسا ہی مروی ہے۔ اور اگر لَه کی ضمیر جارح اور قاتل (یعنی زخم کرنے والے اور قتل کرنے والے) کی طرف راجع ہو تو پھر معنی یہ ہو گا کہ مجروح نے یا مقتول کے ولی نے جب معاف کر دیا تو یہ زخمی کرنے والے اور قتل کرنے والے کے گناہ کا کفارہ ہو گیا اب اس پر آخرت میں مواخذہ نہ

ہو گا، اور معاف کرنے والے کو معاف کرنے کا ثواب ملے گا جو دوسری آیت ﴿فَمَنْ عفا وَ أصْلَحَ فأجْرُه علي اللّٰه﴾ میں بیان فرمایا ہے حضرت ابن عباسؓ سے ایسا ہی منقول ہے اور بعض تابعین ابراہیم نخعی مجاہد اور زید بن اسلم کا بھی یہی قول ہے (معالم التنزیل ص ۴۱- ۴۳/ ج ۲)

الفصل الرابع

في قتل الخطأ و احكامه من الدية وغيرها

(قتل خطاء اور اس کے احکام، دیت وغیرہ)

قتل خطاء کے مسائل :۔

سورۃ النساء میں ارشاد ہے :

وَمَا كَانَ لِمُومِنٍ أَنْ يَّقْتُلَ مُومِنًا إِلَّا خَطَئًا – وَمَنْ قَتَلَ مُومِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُومِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلٰي أَهْلِهٖ إِلَّآ أَنْ يَّصَّدَّقُوْا – فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُومِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّومِنَةٍ – وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلٰي أَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّومِنَةٍ – فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ – وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۞

ترجمہ :۔ اور کسی مومن کی شان نہیں ہے کہ وہ کسی مومن کو قتل کرے مگر خطاء کے طور پر، اور جو شخص کسی مومن کو بطور خطاء قتل کر دے تو اس پر واجب ہے کہ ایک مومن غلام آزاد کرے اور اس کے خاندان والوں کو دیت ادا کرے اِلّا یہ کہ وہ لوگ معاف کر دیں، سو اگر وہ مقتول ایسی قوم میں سے ہو جو تمہارے مخالف ہیں اور وہ شخص خود مومن ہے تو ایک مومن غلام آزاد کرنا واجب ہے، اور اگر وہ ایسی قوم سے ہو کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہو تو دیت

بھی واجب ہے جو اس کے خاندان والوں کے سپرد کر دی جائے اور ایک مومن غلام آزاد کرنا بھی واجب ہے۔ پھر جس شخص کو غلام نہ ملے تو وہ لگاتار دو ماہ کے روزے رکھے بطریق توبہ کے جو اللہ کی طرف سے مقرر ہوئی ہے اور اللہ حلم والا اور حکمت والا ہے۔

مومن کو قتل کرنے کا بہت بڑا گناہ ہے اور اس پر بہت سخت وعید قرآن و حدیث میں وارد ہوئی ہے لہٰذا کسی مومن سے یہ تصور ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ اپنے مومن بھائی کو قصداً قتل کر دے، ہاں خطاء یعنی غلطی سے کوئی قتل ہو جائے تو یہ دوسری بات ہے۔ غلطی سے قتل ہو جانے کو قتل خطاء سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ قتل خطاء کی دو صورتیں ہیں خطاء فی القصد اور خطاء فی الفعل، خطاء فی القصد یہ ہے کہ اس نے کسی چیز کو دیکھا اسے شکار سمجھ کر تیر مار دیا اور وہ شکار نہ تھا بلکہ کوئی آدمی تھا یا اس نے یہ سمجھا کہ سامنے کافر حربی کھڑا ہے اس کو مار دیا بعد میں ظاہر ہوا کہ وہ مسلمان تھا، اور خطاء فی الفعل یہ ہے کہ کسی نشانے پر تیر پھینکے اور وہ تیر کسی آدمی کو لگ جائے، ان دونوں صورتوں میں کفارہ بھی واجب ہوتا ہے اور دیت بھی واجب ہوتی ہے۔

دیت خون بہا کو کہتے ہیں یعنی جان کے بدلہ جو مال دیا جائے وہ دیت ہے۔ شریعت مطہرہ کے قانون میں دیت اور قصاص جانوں کی حفاظت کے لئے مشروع کئے گئے ہیں، افسوس ہے کہ حکومتوں کے ذمہ دار جو اسلام سے انتساب رکھتے ہیں وہ دیگر احکام شریعت کی طرح ان احکام کو بھی عمل میں نہیں لاتے لہٰذا جانیں بے قیمت ہو کر رہ گئی ہیں۔ بعض ممالک میں جہاں دیت کی ادائیگی کرانے کا اہتمام ہے وہاں بڑی حد تک جانوں کی حفاظت ہے۔

دیت اور کفارہ ادا کرنے کا حکم :-

آیت کریمہ میں یہ بتانے کے بعد کہ کسی مومن کے شایان شان نہیں ہے کہ کسی مومن کو قتل کرے اولاً دیت قتل خطاء کا عمومی حکم بیان فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہے :

﴿وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَئًا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلٰى أَهْلِه﴾ یعنی جو شخص کسی مومن کو خطاً قتل کر دے تو اس پر یہ فرض ہے کہ ایک غلام آزاد کرے یا ایک باندی آزاد کرے اور ان کا مومن ہونا شرط ہے اور دیت بھی ادا کرے جو مقتول کے وارثوں کے سپرد کر دی جائے پھر فرمایا: ﴿إِلَّآ أَنْ يَّصَّدَّقُوْا﴾ کہ اگر یہ لوگ (یعنی وارثین) اس قاتل پر دیت کو صدقہ کر دیں یعنی معاف کر دیں تو یہ دیت معاف ہو جائے گی اگر سب معاف نہ کریں تو جو شخص معاف کر دے اس کا حصہ معاف ہو جائے گا۔

اس کے بعد فرمایا: ﴿فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ﴾ یعنی اگر مقتول ایسی جماعت سے ہو جن سے تمہاری دشمنی ہے یعنی وہ حربی کافروں میں رہتا ہے خود تو وہ مومن ہے لیکن اس کی قوم مسلمان نہیں ہوئی اور ان لوگوں سے صلح بھی نہیں ہے تو بطور کفارہ ایک رقبہ مومنہ یعنی مومن غلام یا باندی آزاد کرنا ہو گا۔ رہی دیت تو وہ اس لئے واجب نہ ہو گی کہ اس کے متعلقین کافر ہیں اور دیت میراث کے اصول پر تقسیم ہوتی ہے اور چونکہ کافر اور مومن کے درمیان میراث نہیں چلتی اس لئے کسی کو بھی دیت نہ دی جائے گی۔

غلام آزاد کرنا یا دو ماہ کے روزے :-

پھر فرمایا : ﴿وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلٰي أَهْلِه وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّومِنَةٍ﴾ یعنی مومن مقتول اگر ایسی قوم سے ہو جن کے اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ ہو تو اگرچہ وہ قوم کافر ہے لیکن یہ مقتول مومن ہے اس لئے اس کے قاتل پر دیت واجب ہو گی جو اس کے خاندان کی طرف سپرد کر دی جائے گی (بشرطیکہ اس کے خاندان میں اہل اسلام موجود ہوں، اور اگر ان میں کوئی بھی مسلمان نہیں ہے تو دیت واجب نہ ہو گی) البتہ رقبہ مومنہ آزاد کرنا پھر بھی واجب ہو گا۔

واضح رہے کہ قتل مومن میں دیت کا اور تحریر رقبہ یعنی غلام آزاد کرنے کا جو حکم ہے یہ صرف اسی صورت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے کہ مقتول ایسی قوم میں سے ہو جن سے مسلمانوں کا معاہدہ ہو بلکہ دارالاسلام میں مسلمانوں کے درمیان کے ہوتے ہوئے کوئی مومن کسی مومن کو خطا قتل کر دے تب بھی دیت اور تحریر رقبہ واجب ہے (کما هو مذكور في ابتداء الآية)۔

اس کے بعد فرمایا : ﴿فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ﴾ کہ جو رقبہ یعنی غلام باندی نہ پائے (مثلاً غلام، باندی ملتے ہی نہ ہوں کما في هذا الزمان یا ملتے تو ہوں لیکن خریداری کی طاقت نہ ہو) تو دو مہینے کے روزے لگاتار رکھے، ان روزوں میں رمضان المبارک کا مہینہ نہ ہو۔ رمضان کے علاوہ پورے دو مہینے کے روزے ہوں یہ غلام آزاد کرنے کی جگہ بطور کفارہ ہے دیت بہرحال

واجب ہوگی۔
پھر فرمایا: ﴿تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ﴾ یعنی یہ غلام آزاد کرنا یا روزے رکھنا بطور توبہ کے مشروع کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا جو اس پر عمل کرے گا۔
پھر فرمایا: ﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾ کہ اللہ تعالیٰ علیم ہے وہ سب کچھ جانتا ہے اسے قاتل کا بھی علم ہے اور مقتول کا بھی، اگر کسی نے قتل کر دیا اور بندوں کو حال معلوم نہ ہوا قاضی تک بات نہ پہنچی تو یہ نہ سمجھے کہ دونوں جہان میں میرا چھٹکارا ہو گیا، جس کی شریعت ہے اسے سب خبر ہے وہ آخرت میں سزا دے دے گا۔

مسائل متعلقہ دیت :۔

مسئلہ :۔ قتل خطاء میں ایک جان کی دیت سو اونٹ ہیں جن میں سے بیس بنت مخاض اور بیس بنت لبون اور بیس ابن مخاص اور بیس حقے اور بیس جذعے ہوں۔ حضرت ابن مسعودؓ سے اسی طرح مروی ہے۔ (اونٹوں کے یہ القاب ان کی عمروں کے اعتبار سے ہیں اہل عرب نے اونٹوں کے نام اس طرح رکھ رکھے تھے)۔
مسئلہ :۔ اگر اونٹوں کے علاوہ دوسرے مال سے دیت دی جائے تو ہزار دینار سونے کے اور دس ہزار درہم چاندی کے دیئے جائیں۔
مسئلہ :۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دیت صرف انہی تین چیزوں سے ادا کی جائے گی یعنی اونٹوں سے اور دینار سے اور درہم سے، اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا گائیوں اور بکریوں اور کپڑوں سے بھی ادا کی جا سکتی ہے۔ اگر گائیوں سے دیت ادا

کی جائے تو سو گائیں دی جائیں، اور بکریوں سے دی جائے تو ایک ہزار بکریاں دی جائیں، اور اگر کپڑوں سے ادا کی جائے تو دو سو جوڑے ادا کئے جائیں کیونکہ حضرت عمرؓ نے اس طرح مقرر فرمایا دیا تھا۔

مسئلہ :- عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے۔

مسئلہ :- مسلم اور ذمی کی دیت برابر ہے (ذمی وہ کافر لوگ ہیں جو مسلمانوں کی عمل داری میں رہتے ہیں)

مسئلہ :- دیت میراث کے حکم میں ہے جو مقتول کے شرعی ورثاء میں حسب حصص شرعیہ مقررہ فی الارث تقسیم کی جائے گی۔ اگر سب وارث معاف کر دیں تو معاف ہو جائے گی اور بعض ورثاء معاف کریں تو ان کے حصے کے بقدر معاف ہو جائے گی۔

مسئلہ :- جس مقتول کا کوئی وارث نہ ہو اس کی دیت بیت المال میں جمع کر دی جائے گی۔

مسئلہ :- قتل خطاء کی دیت عاقلہ پر واجب ہوتی ہے اور کفارہ (تحریر رقبہ یا صیام شہرین متتابعین) بہر حال قاتل ہی پر واجب ہوتا ہے۔ عاقلہ سے حنفیہ کے نزدیک اہل نصرت مراد ہیں جن میں قاتل رہتا سہتا ہو اور جو آپس میں مل جل کر ایک دوسرے کی مدد کرتے ہوں، اہل نصرت نہ ہوں تو پھر قاتل کا قبیلہ ہی عاقلہ ہو گا۔ اس اجمال کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے۔

حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا کہ دیت صرف قاتل کے کنبے اور قبیلے پر ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قتل تو صرف ایک شخص نے کیا ہے اس کی دیت اہل قرابت یا اہل نصرت پر کیوں پڑے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بے احتیاطی قاتل سے اسی لئے ہوتی ہے کہ وہ اپنے اہل

نصرت اور اہل قرابت پر بھروسہ کرتا ہے اور ان کی نصرت اور حمیت کے پیش نظر وہ اپنے اندر ایک قوت محسوس کرتا ہے، جن لوگوں پر اسے اعتماد ہے ان لوگوں کو بھی دیت کی ادائیگی میں شریک کر لیا جائے تو وہ بھی اپنے قبیلے کے ہر فرد کو اور متعلقین کو جن سے نصرت اور حمیت کا تعلق ہے بہت زیادہ احتیاط کی تاکید کریں گے اور اس طرح سے قتل خطاء کا وجود بہت کم ہو گا۔ دیت کی ادائیگی کے خوف سے وہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو برابر منع کرتے رہیں گے کہ دیکھو قتل کا کوئی واقعہ نہ ہو جائے ورنہ سب کو بھگتنا پڑے گا۔

مسئلہ :۔ عاقلہ سے تین سال میں تھوڑی تھوڑی کر کے دیت وصول کی جائے گی۔ قاتل کا اپنا قبیلہ اس لائق نہ ہو کہ دیت ادا کر سکے تو اس کے قبیلے سے جو قریب ترین قبیلہ نسب کے اعتبار ملتا ہو اس کو بھی ادائیگی دیت میں شامل کر لیا جائے گا۔ خود قاتل بھی عاقلہ کا ایک فرد ہو گا اور اس سے بھی حصہ مقررہ وصول کیا جائے گا۔ تفصیلات کتب فقہ میں مذکور ہیں۔

قتل شبہ عمد :۔

مسئلہ :۔ قتل خطاء کے علاوہ ایک قسم قتل عمد ہے اور ایک قتل شبہ عمد ہے جو شخص کسی کو جان بوجھ کر ارادہ کر کے قتل کر دے وہ قتل عمد ہے اس پر قصاص واجب ہے (جس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے) اور قتل شبہ عمد وہ ہے جس میں قصداً مارنے کا ارادہ کیا ہو لیکن دھار دار ہتھیار سے یا ہتھیار جیسی چیز سے (جس سے تفریق اعضاء ہو) نہ مارا ہو۔ مثلاً کوڑوں سے یا لاٹھی سے مارا ہو، قتل شبہ عمد میں بھی دیت اور

کفارہ بھی ہے اس کی دیت بھی عاقلہ پر ہوگی - دینار اور درہم سے دیت
ادا کی جائے تو وہ اسی قدر ہے، جتنی قتل خطاء میں ہے اور اگر اونٹوں
کے ذریعے ادا کی جائے تو اس میں کچھ فرق ہے اور وہ یہ کہ اونٹ تو
سو ہی ہوں گے لیکن اونٹوں کی پانچ قسموں کی بجائے چار قسمیں کی
جائیں گی یعنی پچیس بنت مخاض اور پچیس بنت لبون اور پچیس حقے اور
پچیس جذعے دینے ہوں گے - یہ حضرت امام ابو حنیفہ ؒ کا مذہب ہے جو
حضرت ابن مسعودؓ سے منقول اور مروی ہے -

قتل کی کچھ اور صورتیں :-

قتل خطاء کے ساتھ فقہاء نے دو چیزیں اور لکھی ہیں ایک ما
أُجري مَجري الخطاء اور دوسری القتل بسبب ، پہلی صورت کی
مثال یہ ہے کہ کوئی شخص سوتے ہوئے کسی پر پلٹ پڑے جس سے وہ
قتل ہو جائے ، اس میں کفارہ اور دیت دونوں واجب ہوتے ہیں اور
دوسری صورت کی مثال یہ ہے کہ جیسے کوئی شخص کسی دوسرے کی ملک
میں کنواں کھودے یا کوئی پتھر رکھ دے جو کسی کی جان جانے کا سبب بن
جائے اس صورت میں بھی عاقلہ پر دیت واجب ہوتی ہے لیکن اس میں
کفارہ نہیں ہے -

مسئلہ :- اگر کسی حاملہ عورت کے پیٹ میں مار دیا جس کی وجہ
سے مرا ہوا بچہ گر گیا تو اس میں ایک غلام یا پانچ سو درہم واجب ہوں
گے - فقہاء کی اصطلاح میں اس کی غرہ کہتے ہیں اور اگر زندہ بچہ گر کر مر
گیا تو اس کی پوری دیت دینی ہوگی اور اگر وہ بچہ گرنے کے بعد ماں مر
گئی تو ماں کی پوری دیت دینی ہوگی اور بچے کا غرہ دینا ہوگا اور اگر

چوٹ لگنے سے ماں مرگئی پھر بچہ زندہ نکل کر مر گیا تو ماں کی اور بچے کی علیحدہ علیحدہ دو دیتیں دینی ہوں گی، اور حمل ساقط ہونے کی وجہ سے جو کچھ واجب ہو گا وہ اس بچے کے وارثوں پر تقسیم ہو گا۔

مسئلہ :۔ جو شخص جانور پر سوار ہو کر جا رہا ہو اس کے ذمہ لازم ہے کہ سلامت روی کے ساتھ چلے اگر اس کی سواری نے کسی کو روند دیا یا ٹکر مار دی یا دانتوں سے کاٹ لیا تو ان سب صورتوں میں ضمان لازم آئے گا۔

مسئلہ :۔ اگر دو گھوڑے سوار جا رہے تھے جو آپس میں ٹکرا کر مرگئے تو ہر ایک کی عاقلہ پر دوسرے کی دیت واجب ہو گی۔

متفرق مسائل :۔

مسئلہ :۔ کفارہ قتل میں آزاد کرنے کے لئے لفظ رقبہ وارد ہوا ہے یہ لفظ لونڈی اور غلام دونوں کو شامل ہے جسے بھی آزاد کر دے گا کفارہ ادا ہو جائے گا بشرطیکہ مومن ہو اور اعضاء صحیح سالم ہوں۔

مسئلہ :۔ اگر غلام نہ ملے تو دو ماہ کے روزے رکھنا لازم ہو گا۔ اگر مرض کی وجہ سے تسلسل ٹوٹ جائے تو دوبارہ روزے رکھنے ہوں گے۔ البتہ عورت کو اگر درمیان میں حیض آ جائے تو اس کی وجہ سے تسلسل باطل نہ ہو گا اور رمضان کے روزے کفارہ کے حساب میں نہیں لگ سکتے۔

مسئلہ :۔ جو شخص اپنے کسی مورث کو قتل کر دے (جس سے میراث پانے والا تھا) تو قاتل میراث سے محروم کر دیا جائے گا (اس نے چاہا کہ اپنے مورث کو قتل کر کے جلدی میراث پالے لہٰذا شریعت

نے اسے میراث سے بالکل محروم کر دیا)

مسئلہ :- شبہ عمد میں بھی میراث سے محروم ہو جاتا ہے۔

تنبیہ :-

جس کسی کافر کو امیر المومنین نے امان دی ہے اگرچہ دارالحرب سے آیا ہو اس کا قتل کرنا بھی حرام ہے۔ عہد کا پورا کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی عہد والے شخص کا خون کر دیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا اور یہ یقینی بات ہے کہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے سونگھی جا سکتی ہے (رواہ البخاری کما فی المشکوۃ ص ۲۹۹)۔

الفصل الخامس

في ذكر عقوبة قطاع الطريق

(راہزنوں اور ڈاکوؤں کی سزا)

سورہ مائدہ میں فرمایا:

﴿إِنَّمَا جَزَآؤُ الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُّقَتَّلُوْا أَوْ يُصَلَّبُوْا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيْهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ - ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ - فَاعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾

ترجمہ :۔ جو لوگ اللہ سے اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد کے لئے دوڑتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ ان کو قتل کیا جائے یا ان کو سولی پر چڑھایا جائے یا ان کے ہاتھ پاؤں جانب مخالف سے کاٹ دیئے جائیں یا ان کو زمین سے دور کر دیا جائے، یہ ان کی ذلت ہے دنیا میں اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کرلی اس سے پہلے کہ تم ان پر قدرت پاؤ، سو جان لو کہ بلاشبہ اللہ غفور ہے، رحیم ہے۔

زمانہ نبوت میں ایک واقعہ پیش آیا جو آیت بالا کے نازل ہونے کا سبب بن گیا اور ڈکیتی کرنے والوں کے بارے میں مستقل ایک قانون نازل ہو گیا۔۔۔۔ علامہ واحدی نے اسباب النزول میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ بنی عکل اور بنی عرینہ کے چند آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جو آٹھ افراد تھے ان لوگوں نے (ظاہری طور) پر اسلام قبول کر لیا اور آپ سے بیت اسلام بھی کر لی پھر ان کو مدینہ کی آب و ہوا راس نہ آئی بیمار ہو گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کے مرض کی کیفیت بیان کی گئی آپ نے ان سے فرمایا کہ تم چاہو تو صدقہ کے اونٹوں کی طرف نکل جاؤ جہاں وہ چرتے ہیں جانوروں کو جو چرانے والا ہے اسی کے ساتھ رہو ان اونٹوں کا پیشاب اور دودھ پیتے رہو۔ ان لوگوں نے اسے منظور کر لیا وہاں جنگل میں رہنے لگے۔ انہوں نے اونٹوں کا پیشاب بھی پیا اور دودھ بھی، جب تندرست ہو گئے تو چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو ہانک کر لے گئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو ان کے پیچھے آدمی بھیجے ان کو پکڑ کر لایا گیا اور خدمت عالی میں پیش کر دیا گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے گئے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائی پھیر دی گئی (جس سے وہ اندھے ہو گئے) پھر دھوپ میں ڈال دیئے گئے یہاں تک کہ وہ مر گئے۔

یہ واقعہ امام مسلم نے جلد ۲ صفحہ ۵۷ پر مختلف اسانید سے نقل کیا ہے۔ صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۰۲ میں بھی مذکور ہے پیشاب پینے کی جو اجازت ان لوگوں کو دی گئی تھی وہ اس وجہ سے تھی کہ ان کے

بارے میں آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دے دی گئی تھی کہ وہ مرتد ہو جائیں گے۔

ڈاکوؤں کی چار سزائیں :-

آیت بالا میں چار سزاؤں کا ذکر ہے (۱) قتل کرنا (۲) سولی پر چڑھانا (۳) جانب مخالف سے ہاتھ پاؤں کاٹنا (۴) زمین سے دور کر دینا ---- حضرت عبد اللہ بن عباس؄ سے منقول ہے کہ چار سزائیں مختلف جرائم کے اعتبار سے ہیں اگر ڈاکوؤں نے قتل بھی کیا ہو مال بھی لیا ہو تو وہ قتل کئے جائیں گے اور سولی پر چڑھائے جائیں گے اور اگر قتل کیا ہو مال نہ لیا ہو تو قتل کئے جائیں گے، اور اگر مال لیا ہو اور قتل نہ کیا ہو تو ہاتھ پاؤں جانب مخالف سے کاٹ دیئے جائیں گے اور اگر کہیں راہزنی کے لئے بیٹھ گئے ہوں تو ان کو زمین سے دور کر دیا جائے ---- زمین سے دور کرنے کا مطلب کیا ہے اس کے بارے میں حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا کہ انہیں جلا وطن کر دیا جائے اور حضرت امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ جیل میں ڈال دیا جائے جب تک کہ توبہ نہ کریں جیل ہی میں رکھا جائے۔ محمد ابن جریر طبری نے دونوں باتوں کو جمع کر دیا وہ کہتے ہیں کہ اسے اپنے شہر سے دور کسی دوسرے شہر کی جیل میں ڈال دیا جائے یہاں تک کہ توبہ کرلے، حضرت مکحول تابعیؒ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے جیل میں رکھنے کا سلسلہ جاری کیا اور فرمایا کہ میں بند رکھوں گا جب تک مجھے اس کی توبہ کا علم نہ ہو جائے اور میں جلا وطن نہ کروں گا تاکہ یہ وہاں

کے لوگوں کو تکلیف نہ دے۔ بعض علماء نے یہ بھی فرمایا ہے کہ امیر المومنین کو اختیار ہے کہ چاروں سزاؤں میں سے جو بھی سزا جس ڈاکو کے لئے اختیار کرے۔ ان حضرات کے نزدیک یہ چاروں سزائیں مختلف احوال کے اعتبار سے نہیں ہیں لیکن امام ابو حنیفہ ؒ اور امام شافعی ؒ اسی تفصیل کو اختیار کیا ہے جو حضرت ابن عباس ؓ سے اوپر منقول ہوئی ہے۔

سولی دینے کا اوپر جو ذکر آیا ہے اس کے بارے میں امام شافعی ؒ نے فرمایا کہ ان کو قتل کر کے سولی پر لٹکا دیا جائے اور بعض ائمہ نے فرمایا کہ زندہ کو سولی پر لٹکا کر نیچے سے پیٹ میں نیزہ گھونپ دیا جائے اور وہ اسی حالت میں مر جائے، بعض حضرات کا یہ بھی فرمانا ہے کہ تین دن تک زندہ سولی پر لٹکا دیا جائے اور پھر اسے اتار کر قتل کر دیا جائے (معالم التنزیل ج ۲ / ص ۳۳) مال لینے صورت میں جو یہ فرمایا کہ جانب مخالف سے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں اس کے بارے میں فقہاء لکھتے ہیں کہ داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیا جائے۔

یہ قتل کرنا اور ہاتھ پاؤں کاٹنا شرعی سزا کے طور پر ہے جس کو قتل کیا ہو اس کے اولیاء اگر معاف کر دیں تب بھی معاف نہ کیا جائے گا۔ ان کے معاف کرنے کے باوجود اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اسی طرح سے اگر اس نے مال معاف کر دیا جس کا مال لیا ہے تب بھی سزا معاف نہیں ہو گی۔ ڈکیتی کے طور پر مال لوٹنے میں چونکہ چوری سے بڑھ کر جرم ہے جس کی وجہ سے امن عام فوت ہو جاتا ہے اس لئے ڈکیتی کی سزا دوہری ہے جس کا مطلب یہ ہے

کہ چوری کرنے کی وجہ سے پہلی بار داہنا ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور دوبارہ چوری کرے تو بایاں پاؤں کاٹا جاتا ہے لیکن ڈکیتی میں پہلی ہی مرتبہ دونوں سزائیں مشروع کی گئی ہیں۔

قتل کرنے کی صورت میں تمام ڈاکوؤں کو قتل کر دیا جائے گا جنہوں نے کسی جگہ جماعتی طور پر بیٹھ کر کسی کو قتل کیا ہو اور اگر ان میں سے ایک ہی شخص نے قتل کیا ہو اور ایک ہی شخص کو قتل کیا ہو تب بھی سب کو قتل کیا جائے گا کیونکہ یہ قتل قصاص کے اصول پر نہیں ہے بلکہ عامتہ الناس کا امن فوت کرنے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرنے کے لئے نکلنے کی سزا کے طور پر ہے، ڈاکوؤں کی سزائیں بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا: ﴿ذٰلكَ لَهُمْ خزيٌ في الدُّنيا ولَهُمْ فِي الْآخرة عذابٌ عظيمٌ﴾ کہ یہ ان لوگوں کی اس دنیا میں رسوائی ہے کیونکہ مقتول ہوں گے اور سولی پر چڑھیں گے اور ہاتھ پاؤں کٹے پھریں گے، اور آخرت میں بھی ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

ایک پانچویں صورت رہ گئی اسے صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے اور وہ یہ کہ نہ تو انھوں نے مال لیا اور نہ ہی قتل کیا بلکہ کسی شخص کو زخمی کر دیا اس کے بارے میں صاحب ہدایہ لکھتے ہیں کہ جن زخموں میں قصاص لیا جاتا ہے ان میں قصاص لیا جائے گا اور جن میں دیت لی جاتی ہے ان میں دیت لی جائے گی۔

پھر فرمایا: ﴿إلَّا الَّذين تابُوا من قبل أنْ تقدرُوا عليهم فاعْلَمُوا أنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحيمٌ﴾ (مگر وہ لوگ جنہوں نے اس سے پہلے توبہ کرلی کہ ان پر تم قابو پاؤ تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا

ہے) اس کے بارے میں حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ حکومت کے گھیراؤ میں آنے اور قابو پانے سے پہلے ڈاکو توبہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ کے یہاں توبہ قبول ہے لیکن اس توبہ سے صرف حد شرعی ساقط ہو جائے گی۔ حق عبد معاف نہ ہو گا۔۔۔۔۔ اگر عمداً کسی کو قتل کیا تو مقتول کے اولیاء کو اختیار ہے کہ قتل کر دیں یا معاف کر دیں اور جو مال لیا ہے اس کا واپس کرنا بھی واجب ہو گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ توبہ سے حد شرعی معاف ہوگئی حق العبد معاف نہیں ہوا۔

الفصل السا دس

في ذكر حد السرقة وهو قطع يد السا ر ق و السا رقة

(چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کی سزا)

سورہ مائدہ میں فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا أَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ — وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ — إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ — يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ — وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○﴾

ترجمہ :- اور جو چوری کرنے والا مرد ہو اور چوری کرنے والی عورت ہو سو ان کے کردار کے عوض ان کے ہاتھ کاٹ دو، یہ بطور سزا کے اللہ کی طرف سے ہے جس میں عبرت بھی ہے اور اللہ غالب ہے حکمت والا ہے، سو جو شخص اپنے ظلم کے بعد توبہ کرلے اور اصلاح کرلے سو بلا شبہ اللہ اس کی توبہ قبول فرمالے گا، بے شک اللہ غفور ہے رحیم ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ بلا شبہ اللہ کے لئے ہے ملک آسمانوں کا اور زمینوں کا، وہ عذاب دیتا ہے جسے چاہے اور بخشتا ہے جسے چاہے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اس سے پہلے ڈاکوؤں کی سزائیں ذکر فرمائیں اب چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کی سزا بیان کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت کے ہاتھ کاٹ دو یہ ان کے کرتوت کی سزا ہے جس میں دوسروں کے لئے عبرت بھی ہے۔ احادیث شریفہ میں اس کی تفصیلات وارد ہوئی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ چور کا داہنا ہاتھ گٹہ سے کاٹ دیا جائے اور جس جگہ سے کاٹا جائے اس پر کوئی چیز گرم کر کے لگا دی جائے یا جوش دیئے ہوئے تیل میں ڈال دیا جائے تاکہ خون بند ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کا حکم دیا تھا۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۳۱۴) اس بارے میں علماء امت کے مختلف اقوال ہیں کہ کم از کم کتنی مالیت کے چرانے پر قطع ید یعنی ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ کیا جائے گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبد العزیزؒ اور امام اوزاعیؒ اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ ۴/۱ دینار کی مالیت کا سامان چرا لے تو ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور حضرت امام مالکؒ نے فرمایا کہ تین درہم یا اتنی مالیت کا مال چرا لے تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور سفیان ثوریؒ اور امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ دس درہم یا ان کی مالیت کی چوری کرنے پر ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اس سے کم میں نہیں (اگر اس سے کم چوری کا ثبوت ہو جائے تو دوسری کوئی سزا دی جائے ہاتھ نہ کاٹا جائے)۔

جب کوئی شخص پہلی بار چوری کرے تو اس کا سیدھا ہاتھ گٹے

سے کاٹ دیا جائے اس کے بعد دوبارہ چوری کرلے تو ٹخنہ سے بایاں پاؤں کاٹ دیا جائے یہاں تک تو تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔ اس کے بعد تیسری مرتبہ چوری کر لے تو تو کیا کیا جائے؟ اس کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اب کوئی ہاتھ یا پاؤں نہ کاٹا جائے بلکہ اس کو جیل میں ڈال دیا جائے یہاں تک کہ توبہ کر لے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ اور امام اوزاعیؒ کا یہی قول ہے اور حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا کہ تیسری بار چوری کرے تو بایاں ہاتھ کاٹ دیا جائے اور چوتھی بار چوری کرے تو دایاں پاؤں کاٹ دیا جائے اگر اس کے بعد بھی چوری کر لے تو اسے دوسری کوئی سزا دی جائے یہاں تک کہ توبہ کر لے یہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔

چوری کا ثبوت کس طرح ہوتا ہے اور مال لینے کی کون کون سی صورتیں اس چوری میں داخل ہیں جن کی وجہ سے ہاتھ کاٹا جاتا ہے یہ سب تفصیلات فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

شرعی سزا نافذ کرنے میں کوئی رعایت نہیں اور کسی کی سفارش قبول نہیں :-

جو بھی شخص چوری کر لے مرد ہو یا عورت اور چوری بقدر نصاب ہو (جس کا اوپر بیان ہوا) تو ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اس میں کوئی رو رعایت نہ ہوگی اور نہ کسی کی سفارش قبول کی جائے گی۔ مکہ معظمہ میں ایک عورت بنی مخزوم میں سے تھی اس نے چوری کر لی تھی۔ بنی مخزوم

قریش کا ایک قبیلہ تھا اور یہ لوگ دنیاوی اعتبار سے اونچے سمجھے جاتے تھے قریش چاہتے تھے کہ اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ سرور دو عالم ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ صادر فرما دیا تو قریش اس کے لئے فکر مند ہوئے اور انہوں نے کہا کہ اس بارے میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں کسی سے سفارش کرائی جائے؟

پھر آپس میں کہنے لگے کہ اسامہ بن زید کے علاوہ اس کی کون جرات کر سکتا ہے، وہ نبی اکرم ﷺ کے پیارے ہیں ان سے عرض کیا گیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بات کی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم حدود اللہ میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟ آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا کہ تم سے پہلے لوگ اسی لئے ہلاک ہوئے کہ ان میں سے شریف آدمی چوری کرتا تھا (جسے حسب نسب اور دنیاوی اعتبار سے شریف سمجھا جاتا تھا) تو اس کو چھوڑ دیا جاتا تھا اور اگر کمزور آدمی چوری کرتا تھا تو اس پر حد قائم کر دیتے تھے (پھر فرمایا کہ) اللہ کی قسم! اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ (اعاذہا اللہ تعالیٰ) چوری کرتی تو میں اس ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۳۱۴ از بخاری و مسلم)

حضرت صفوان بن امیہؓ مدینہ منورہ آئے اور اپنی چادر کو تکیہ کے طور پر سر کے نیچے رکھ کر مسجد میں سو گئے۔ ایک چور آیا اس نے چادر لے لی۔ انہوں نے اسے پکڑ لیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا۔ حضرت صفوانؓ نے عرض کیا کہ یا رسول

اللہ! میرا یہ مطلب تو نہیں تھا میں یہ چادر اس کو صدقہ کرتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس لانے سے پہلے ایسا کیوں نہ کیا؟ (مشکوۃ المصابیح ص ۳۱۴ از بخاری و مسلم)۔ (میرے پاس نہ لاتے اور پہلے ہی معاف کر دیتے تو بات دوسری تھی اس وقت تک حق العبد تھا اب خالص حق شرعی بن گیا جسے بندے معاف نہیں کر سکتے)۔

چور کی سزا بیان کرنے کے بعد فرمایا: ﴿فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِه وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللّٰهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ - إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (سو جو شخص اپنے ظلم کے بعد توبہ کر لے اور اصلاح کر لے تو بلا شبہ اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے بے شک اللہ غفور ہے رحیم ہے)۔

یہ تو اللہ تعالیٰ شانہ کا عام قانون ہے کوئی شخص کتنا ہی بڑا ظلم کر لے اور اس کے بعد نادم ہو کر سچے دل سے توبہ کر لے اور یہ توبہ اصول شریعت پر پوری اترتی ہو تو اللہ جل شانہ معاف فرما دیں گے، یہاں چونکہ چور کی سزا کے بعد توبہ کا ذکر فرمایا ہے اس لئے مفسرین کرام نے آیت کا معنی یہ لکھا ہے کہ جو بھی کوئی چور اپنے ظلم یعنی چوری کرنے بعد توبہ کر لے اور پھر اصلاح حال کر لے یعنی جو مال اس نے چرایا ہے وہ واپس کر دے یا مالک سے معاف کرا لے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا اس کی اس توبہ کا یہ فائدہ ہو گا کہ چوری کر کے اللہ کی جو نافرمانی کی ہے آخرت میں اس پر عذاب نازل نہ ہو گا، رہا ہاتھ کاٹنے کا مسئلہ تو یہ معاف نہ ہو گا

یعنی قاضی کے سامنے اگر چور توبہ کر لے تو قاضی ہاتھ کاٹنے کی سزا کو رفع دفع نہیں کر سکتا توبہ کا تعلق آخرت کی معافی سے ہے جو بندہ اور اللہ کے درمیان ہے، اور ہاتھ کاٹنے کا قانون جو فیما بین العباد ہے اس پر عمل کیا جائے گا، فقہاء نے فرمایا ہے کہ ڈاکو گرفتار ہونے سے پہلے توبہ کر لیں تو ڈکیتی کی سزا ان پر جاری نہ ہو گی البتہ لوگوں کی جو حق تلفی کی ہے اس کا بھگتان کرنا ہو گا۔ لیکن اگر کوئی شخص چوری کرنے کے بعد گرفتاری سے پہلے یا اس کے بعد توبہ کر لے تو چوری کی شرعی دنیاوی سزا معاف نہ ہو گی یعنی حاکم توبہ کے بعد بھی ہاتھ کاٹ دے گا۔ آخر میں فرمایا: ﴿أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ — يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ — وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○﴾ (کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ ہی کے لئے ہے حکومت آسمانوں کی اور زمین کی وہ جس کو چاہے سزا دے اور جس کو چاہے معاف کر دے اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت ہے)۔

اس آیت میں بتا دیا کہ آسمان اور زمین سب اللہ ہی کی ملکیت ہیں اسے ہر چیز کے بارے میں پورا پورا اختیار ہے جسے چاہے عذاب دے اور جس کی چاہے مغفرت کر دے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

چور کا ہاتھ کاٹنے کا قانون حکمت پر مبنی ہے اس کی مخالفت کرنے والے بے دین ہیں :۔

چور اور چوری کی سزا بیان کرنے کے بعد فرمایا: ﴿جَزَآءً بِمَا

کسبا﴾ کہ یہ سزا ہے اس فعل کی جو انہوں نے کیا اور ساتھ ہی ﴿نکالًا مّن اللّٰہ﴾ بھی فرمایا، نکال اس سزا کو کہتے ہیں جو دوسروں کے لئے عبرت ہو۔۔۔۔۔ اللہ جل شانہ عالم الغیب ہے اسے معلوم تھا کہ چوری کی سزا جو ہاتھ کاٹنے کی صورت میں ہوگی اس پر اعتراض کر کے ایمان کھو بیٹھنے والے بھی پیدا ہوں گے۔ ایسے احمقوں کے اعتراض کا جواب ﴿جزآءً بما کسبا نکالًا مّن اللّٰہ﴾ میں دے دیا، اللہ جل شانہ خالق و مالک ہے احکم الحاکمین ہے اسے اختیار ہے کہ بندوں کو جو چاہے حکم دے اور جو قانون چاہے تشریعي طور پر نافذ فرمائے پھر وہ عزیز بھی ہے وہ سب پر غالب ہے اور حکیم بھی ہے اس کا ہر فعل، ہر فیصلہ اور ہر قانون حکمت کے مطابق ہے وہ اپنی مخلوق کو جانتا ہے انسانوں میں کیسے کیسے جذبات ہیں ان میں مصلحین ہیں اور مفسدین بھی، چور بھی ہیں اور ڈاکو بھی، اور یہ کہ ان فسادیوں کا فساد کون سا قانون کے نافذ کرنے سے روکا جا سکتا ہے اور کون سی ایسی عبرت ناک سزا ہے جو مفسدین کو فساد سے باز رکھ سکتی ہے اور عامتہ الناس کے جان و مال کی حفاظت کس قانون کے نافذ کرنے سے ہو سکتی ہے اللہ تعالیٰ اس سب کا علم ہے، سورہ ملک میں فرمایا: ﴿ألا يعْلمُ منْ خلق وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخبيْرُ○﴾ (کیا وہ نہ جانے جس نے پیدا کیا اور وہ باریک بین ہے باخبر ہے) جو لوگ اسلام کی بتائی ہوئی مجرمین کی سزاؤں کو وحشیانہ یا ظالمانہ کہتے ہیں ان میں سب سے آگے آگے تو یہود و نصاریٰ ہیں جن میں مستشرقین بھی ہیں یہ تو کھلے کافر ہیں ان کا اسلام کی حقانیت پر ایمان ہی نہیں ہے یہ اعتراض کریں تو چنداں تعجب نہیں

کیونکہ انہیں نہ حق قبول کرنا ہے نہ حق ماننا ہے، حیرت ان لوگوں پر ہے جو اسلام کے دعویدار ہوتے ہوئے قرآن کریم کی مقررہ سزاؤں کو وحشیانہ کہتے ہیں، یہ لوگ نام کے مسلمان ہیں مسلمانوں کے درمیان رہنے اور مسلمانوں سے دنیاوی منافع وابستہ ہونے کی وجہ سے یوں نہیں کہتے کہ ہم مسلمان نہیں ہیں مگر حقیقت میں یہ لوگ مسلمان نہیں، وہ کیا مسلمان ہیں جو اللہ پر، اللہ کی کتاب پر اور اللہ کے قانون پر اعتراض کریں اور اللہ کے قانون کو ظالمانہ اور وحشیانہ بتائیں، یہ لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ اللہ عزیز ہے، علیم ہے، خبیر ہے اسے یہ معلوم ہے کہ امن و امان کیسے قائم رہ سکتا ہے اور شر و فساد کے خوگر کس قانون کے نافذ کرنے سے دب سکتے ہیں، آپ یورپین حکومتوں کے جاری کردہ قوانین کو لے لیں (جنہیں ایشیا وغیرہ کے ممالک نے بھی قبول کر لیا ہے) ان کے یہاں چور اور ڈاکو کی یہ سزا ہے کہ انہیں جیل میں ڈال دیا جائے جو لوگ جرائم کے عادی ہوتے ہیں ان کے نزدیک جیل میں رہنا معمولی سی بات ہے جیلوں میں جاتے ہیں واپس آتے ہیں پھر چوری ڈکیتی کر لیتے ہیں پھر پکڑے جاتے ہیں پھر جیل میں چلے جاتے ہیں۔ مشہور ہے کہ اپنے ساتھیوں سے یہ کہہ کر جیل سے باہر جاتے ہیں کہ میرا چولہا ایسے ہی رہنے دینا چند دنوں بعد میں پھر واپس آؤں گا۔

اگر جیل کی سزا دینے سے امن و امان قائم ہو سکتا اور چوری ڈکیتی کی وارداتیں ختم ہو سکتی تھیں تو اب تک ختم ہو جاتیں لیکن وہ تو روز افزوں ہیں چور ڈاکو دندناتے پھرتے ہیں مال داروں پر ان کی نظریں رہتی ہیں کبھی کسی کو قتل کیا کبھی پستول دکھا کر کسی شہری کو لوٹ لیا کبھی کسی بس کو روک کر کھڑے ہو گئے کبھی ریل میں چڑھ گئے اور مسافروں کے پاس جو کچھ مال تھا

وہیں دھروالیا کبھی کسی کے گھر میں گھس گئے کبھی سونے کی دکان لوٹ لی،
اول تو ان کو پکڑا نہیں جاتا اور اگر پکڑ بھی لیا گیا تو بعض مرتبہ رشوت چھڑوا
دیتی ہے اور بعض مرتبہ یہ ہوتا ہے کہ جو لوگ ان کے پکڑنے پر مامور ہیں
اس ڈر سے کہ کہیں موقعہ دیکھ کر ہم پر حملہ نہ کر دیں انہیں چھوڑ کر بھاگتے
ہیں اور اگر پکڑ ہی لیا اور حاکم کے سامنے پیش کر ہی دیا اور اس نے رشوت
لے کر نہ چھوڑا اور وکیلوں کی لیاپلی سے مرعوب نہ ہوا بلکہ سزا تجویز کر ہی
دی تو وہ جیل کی سزا ہوتی ہے جیل میں سزا کے مقررہ دن گزار کر اور کبھی
اس سے پہلے ہی نکل آتے ہیں اور پھر انہیں مشاغل میں لگ جاتے ہیں جن
کی وجہ سے جیل میں گئے تھے۔

اب اسلام کے قانون کو دیکھئے ڈاکوؤں کی سزا اوپر بیان کر دی گئی
ہے جس کی چار صورتیں بیان کی گئی ہیں اور یہاں چور اور چوری کی سزا
بیان فرمائی ہے کہ ان کا ہاتھ کاٹ دیا جائے ان سزاؤں کو نافذ کر دیں
چند افراد کو ڈکیتی کی سزا مل جائے اور چند چوروں کے ہاتھ کٹ جائیں تو
دیکھیں کہ امن و امن قائم ہوتا ہے یا نہیں؟ اور لوگ آرام کی نیند
سوتے ہیں یا نہیں؟ حرمین شریفین میں اب بھی چور کا ہاتھ کاٹنے کی سزا
جاری ہے اور قصاص بھی لیا جاتا ہے، وہاں بازاروں میں یہ حال ہے
کہ دکانوں پر معمولی سا پردہ ڈال کر نمازوں کے لئے جاتے ہیں اور
بعض دکانوں کے باہر رات بھر سامان پڑا رہتا ہے پھر بھی چوری نہیں
ہوتا اور قتل کا بہت کم کوئی واقعہ وجود میں آتا ہے۔ جو لوگ اسلامی سزا
کے نافذ کرنے کے مخالف ہیں ان کو چوروں پر تو رحم آتا ہے کہ ہائے
ہائے اس کا ہاتھ کٹ جائے گا اور ڈاکوؤں پر ترس آتا ہے کہ یہ مقتول
ہوں گے، سولی پر چڑھا دیئے جائیں گے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے

جائیں گے لیکن عامتہ الناس پر رحم نہیں آتا جو لوگ بد امنی اور فساد کا شکار رہتے ہیں، کیسی بھونڈی سمجھ ہے کہ عام مخلوق کو چوروں اور ڈاکوؤں کے ظلم سے محفوظ و مامون کرنے کے لئے چند افراد کو سخت سزا دینے کے روادار نہیں اور چوروں اور ڈاکوؤں کو چوری اور لوٹ مار کے مواقع فراہم کرنے کو تیار ہیں۔

الفصل السابع

في ذكر حد الزنا

(زناکار مرد اور عورت کی شرعی سزا)

سورۃ النور میں فرمایا:

﴿سُوْرَةٌ أَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَأَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○ أَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ – وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ تُوْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْأٰخِرِ – وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○﴾

ترجمہ:- یہ ایک سورت ہے جو ہم نے نازل کی ہے اور ہم نے اس کے احکام کی ادائیگی کا ذمہ دار بنایا ہے اور ہم نے اس میں واضح آیات نازل کی ہیں تاکہ تم سمجھو۔ زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد ان میں سے ہر ایک کو سو درے مارو اور اللہ کے دین میں ان دونوں کے بارے میں تمہیں ترس نہ آئے اگر تم ایمان لاتے ہو اللہ پر اور آخرت کے دن پر، اور ان کی سزا کے وقت مومنین کی ایک جماعت حاضر رہے۔

ان آیات میں اول تو یہ فرمایا کہ ہم نے یہ سورت نازل کی ہے اور

اس میں جو احکام ہیں ان پر عمل کرنے کی ذمہ داری ڈالی ہے۔ پھر فرمایا:
﴿ و انزلنا فیھآ ایت بینٰت ﴾ (اور ہم نے اس میں واضح آیات نازل کی ہیں) ان آیات میں بہت سے احکام ہیں ان پر عمل کریں ﴿لعلکم تذکّرون﴾ (تاکہ تم نصیحت حاصل کرو) اس کے بعد زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد کے بارے میں حکم فرمایا کہ ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور یہ بھی فرمایا کہ تمہیں اللہ کے دین کے بارے میں ان دونوں کے ساتھ رحم کا برتاؤ کرنے کا جذبہ نہ پکڑ لے۔ قرآن مجید میں سو سو کوڑے مارنے کا حکم ہے جو غیرمحصن کے لئے ہے۔ کوڑے مارنے کی سزا کو جلد کہا جاتا ہے اور محصن کے لئے رجم ہے یعنی زنا کرنے والے مرد اور عورت کو جو محصن ہو پتھروں سے مار مار کر ہلاک کر دیا جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کی ہے جس کا ذکر عنقریب حضرت عمرؓ کے ارشاد میں آئے گا۔

جو مرد عورت آزاد ہو یعنی کسی کا مملوک نہ ہو، عاقل ہو، بالغ ہو، مسلمان ہو، اس کا نکاح شرعی ہوا ہو، پھر اس نے میاں بیوی والا کام بھی کیا ہو تو ایسے مرد عورت کو محصن کہتے ہیں اگر ان میں سے کوئی زنا کرلے تو اس کی سزا رجم یعنی سنگسار کرنا یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کر دینا ہے اور جو مرد عورت محصن نہ ہو وہ زنا کر لے تو ان سزا سو سو کوڑے ہیں۔ اللہ کے قانون کے سامنے کسی کی رو رعایت اور کسی پر کوئی رحم کرنا ترس کھانا درست نہیں، اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہے جب اس نے سزا کا حکم دے دیا گو وہ سزا تمہاری نظروں میں سخت ہے تو اسے نافذ کرنا ہی کرنا ہے، اس نے انسان کو پیدا کیا وہ انسان کے

عادت و خصلت کو پوری طرح جانتا ہے اسے معلوم ہے کہ انسان اپنی طبیعت اور مزاج کے اعتبار سے کون سی سزا نافذ کرنے سے زنا کاری کے جرم سے رک سکتا ہے چونکہ اس میں زانی مرد اور زانیہ عورت کی سزا کے ساتھ دوسروں کو عبرت دلانا بھی مقصود ہے اس لئے یہ بھی حکم دیا کہ جب ان کو زنا کی سزا دی جائے تو اس وقت مومنین کی ایک جماعت حاضر رہے، بہت سے لوگ حاضر ہوں گے تو انہیں بھی عبرت حاصل ہوگی اور سزا کا واقعہ اپنی مجلسوں اور قبیلوں میں اور باہر سے آنے جانے والے مسافروں کی ملاقاتوں میں ذکر کریں گے عبرت ناک سزا کا چرچا ہو گا جس سے عمومی طور پر پورے ملک میں عفت و عصمت کی فضاء بنے گی اور لوگ زنا کاری سے باز رہیں گے۔

موجودہ حکومتوں میں رضامندی سے زنا کرنے کو تو قانونی طور پر جائز ہی کر رکھا ہے اور فاحشہ عورتوں کو یہ پیشہ اختیار کرنے پر لائیسنس دیتی ہیں اور تھوڑی بہت جو قانونی گرفت ہے وہ زنا بالجبر پر ہے۔ لیکن زنا بالجبر کرنے والا بھی پکڑا نہیں جاتا اور اگر پکڑا گیا تو مختصر سی جیل میں رہنے کی سزا دی جاتی ہے اس سزا سے بھلا زنا کار اپنی عادت بد کہاں چھوڑ سکتے ہیں، جو حکومتیں ان لوگوں کے ہاتھ میں ہیں جو مسلمان ہونے کے مدعی ہیں جب ان سے کہا جاتا ہے کہ مجرمین پر شرعی سزائیں نافذ کرو (ڈاکوؤں کو قتل کرو، چوروں کے ہاتھ کاٹو، زنا کار مرد اور عورت کو زنا کاری کی سزا دو، غیر محصن ہیں تو سو کوڑے لگاؤ اگر محصن ہیں تو سنگسار کرو) تو اس پر ان لوگوں کو چوروں، ڈاکوؤں اور زنا کاروں پر رحم آ جاتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی فرما دیا ہے:

﴿وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ﴾ (اور تمہیں اللہ کے

دین کے بارے میں ان دونوں کے ساتھ رحم کے برتاؤ کا جذبہ نہ پکڑے) اور اس سے بڑھ کر ظلم یہ ہے جو سراپا کفر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جاری فرمودہ حدود کو ظالمانہ اور وحشیانہ سزائیں کہہ دیتے ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ پھر بھی مسلمانی کے دعویدار ہیں، مجرمین کو شرعی سزائیں نہیں دی جاتی ہیں اس کے وجہ سے ڈاکہ اور زنا کی کثرت ہے چوریاں بھی بہت ہو رہی ہیں زناکاری کے اڈے بھی کھلے ہوئے ہیں اور ان اڈوں کے علاوہ جگہ جگہ زنا کاری ہوتی رہتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حکومتوں کے نزدیک زنا کاری تو کوئی جرم ہے ہی نہیں اور چوری اور ڈکیتی پر قابو پانا بھی ان کی مصلحتوں کے خلاف ہے۔ قرآن کو نہیں دیکھتے اس کے احکام پر چلنا نہیں چاہتے اپنے عوام کو اور دشمنان اسلام کو راضی رکھنا چاہتے ہیں اور صرف حکومت باقی رکھنے کے جذبات لئے پھرتے ہیں جب یہ صورت حال ہے تو اللہ تعالیٰ کی مدد کیسے آئے فتذکروا یا أولِي الْأ الباب۔

مسائل :۔

مسئلہ :۔ حد زنا محصن کی ہو یا غیر محصن کی دو طریقوں سے ثابت ہوتی ہے اول گواہوں کے ذریعے دوم خود زانی کے اقرار سے۔

گواہی کا مطلب یہ ہے کہ کسی مرد یا عورت کے بارے میں چار شخص گواہی دیں کہ اس نے زنا کیا ہے دونوں صورتوں میں امیر المومنین یا قاضی حد قائم کرنے میں جلدی نہیں کرے گا بلکہ پوچھ گچھ کرے گا اور تحقیق سے کام لے گا، اگر گواہ چار سے کم ہوں تو ان کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ گواہی دینے والوں کو مشہود علیہ (جس کے بارے

میں گواہی دی ہے) کے مطالبہ پر حد قذف (تہمت لگانے کی حد) یعنی اسی کوڑے لگائے جائیں گے جس کا ذکر آئندہ صفحات میں آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

اگر پورے چار گواہ ہوں اور ان میں سے کوئی شخص رجوع کر لے تب بھی حد قذف لگائی جائے گی (بعض صورتوں میں صرف رجوع کرنے والے پر اور بعض صورتوں میں سب پر)

مسئلہ :۔ جب چار گواہ گواہی دے دیں کہ فلاں مرد یا فلاں عورت نے زنا کیا تو امیرالمومنین یا قاضی ان سے دریافت کرے گا کہ زنا کس کو کہتے ہیں اور وہ کیسے ہوتا ہے اور جس کے بارے میں گواہی دے رہے ہو اس نے کہاں زنا کیا اور کب کیا اور کس کے ساتھ کیا؟ جب چاروں گواہ یہ سب بات بتا دیں اور یوں کہیں کہ ہم نے دیکھا ہے کہ فلاں شخص نے فلاں عورت کے ساتھ اس طرح زنا کیا ہے جیسے سرمہ دانی میں سلائی ہوتی ہے۔ تو اس کے بعد امیرالمومنین یا قاضی اس شخص کو حراست میں لے لے گا جس کے بارے میں گواہی دی ہے اور گواہوں کے بارے میں تحقیق کرے گا کہ یہ لوگ کیسے ہیں جھوٹے ہیں یا سچے ہیں اور ان کی دین داری اور دیانت داری کا کیا حال ہے؟ اور جس کے بارے میں انہوں نے گواہی دی ہے اس سے ان کی کوئی دشمنی یا پرخاش تو نہیں ہے؟ اور یہ تحقیق سراً بھی ہو اور علانیۃً بھی، یعنی ظاہر میں بھی اور خفیہ طور پر بھی پوچھ گچھ ہو، جب امیرالمومنین یا قاضی کے نزدیک ان گواہوں کا نیک، صالح، سچا اور دیانت دار ہونا ثابت ہو جائے تو حد قائم کر دے۔

مسئلہ :۔ اگر کوئی شخص امیرالمومنین یا قاضی کے یہاں اقرار کرے

جو عاقل بالغ ہو کہ میں نے زنا کیا ہے اور اقرار چار مرتبہ ہو اور چار مجلسوں میں ہو (اور یہ چار مجلسیں اقرار کرنے والے کی مجلسیں ہوں قاضی کی مجلس بدلنا ضروری نہیں اور ساتھ ہی یہ بات بھی ہو کہ وہ جب بھی اقرار کرے قاضی رد کر دے) تو امیر المومنین یا قاضی اس سے دریافت کرے کہ زنا کیا ہے اور کیسے ہوتا ہے اور کہاں زنا کیا ہے اور کس کے ساتھ زنا کیا اور اقرار خوب واضح ہو صریح لفظوں میں ہو تو امیر المومنین یا قاضی اس پر حد قائم کر دے گا اگر قائم کرنے سے پہلے یا اس کے درمیان وہ اپنے اقرار سے رجوع کر لے تو حد ختم کر دی جائے گی۔

مسئلہ :۔ جیسا کہ پہلے بتایا گیا کہ غیر محصن کی حد سو کوڑے لگانا ہے جو درمیانی ضرب کے طریقے پر لگائے جائیں گے اس کوڑے کے آخر میں گرہ لگی ہوئی نہ ہو جس کو حد لگائی جائے اس کے کپڑے اتار لئے جائیں البتہ ستر کی جگہ پر کپڑا رہے اور یہ کوڑے مارنا ایک ہی جگہ پر نہ ہو متفرق اعضاء پر ہو اور سر، چہرہ اور شرمگاہ پر نہ ہو اور مرد ہو تو کھڑا کر کے کوڑے مارے جائیں اور عورت کے کپڑے نہ اتارے جائیں اگر کوئی ایسی چیز پہن رکھی ہو جو کوڑا لگنے کی تکلیف کو روکنے والی ہو مثلاً پوستین یا روئی کا کپڑا تو اس کو اتار لیا جائے گا۔

مسئلہ :۔ اگر کوئی شخص محصن ہو جس پر گواہوں سے یا اس کے اقرار سے حد لازم ہوگئی ہو تو اس کو پتھروں سے مار مار کر ہلاک کر دیا جائے گا۔ مرد کو میدان میں کھڑا کر کے مارا جائے اور عورت کے لئے گڑھا کھود کر اس میں کھڑی کر کے پتھر مارے جائیں۔ امیر المومنین یا قاضی پہلے گواہوں سے کہے گا کہ تم مارنا شروع کرو اگر انہوں نے مارنا شروع کر دیا تو اس کے بعد قاضی مارے گا پھر دوسرے مسلمان

ماریں گے اگر گواہ مارنے سے انکار کر دیں تو حد ساقط ہو جائے گی۔
مسئلہ :۔ اگر کوئی عورت حالت حیض میں ہے اور اس پر گواہوں کے ذریعے یا اقرار سے حد زنا کا ثبوت ہو گیا تو اس پر حد قائم کی جائے گی اور اگر کسی عورت کو حمل ہو تو اس پر حد جلد (کوڑنے مارنے کی سزا) میں وضع حمل کا اور نفاس ختم ہونے کا انتظار کیا جائے گا اور اگر اس کی حد رجم ہو تو وضع حمل اور اس کے بعد بچہ کا دودھ چھوٹنے تک انتظار کیا جائے گا جب بچے کا دودھ چھوٹے تب رجم کریں گے (إلا إذا كان للولد من يربيه فترجم حين وضعت)

دور حاضر کے مدعیان علم کی جاہلانہ باتیں :۔

آج کل بہت سے مدعیان علم ایسے نکلے ہیں جو اپنی جہالت کے زور پر شریعت اسلامیہ میں تحریف کرنے کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ دشمنان اسلام اور بہت سے اصحاب اقتدار ان کی سرپرستی کرتے ہیں اور ان سے ایسی باتیں لکھواتے ہیں جو شریعت اسلامیہ کے خلاف ہوتی ہیں۔ چودہ سو سال سے تمام عوام اور خواص یہی جانتے اور سمجھتے اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ اسلام میں غیرمحصن کی سزا سو کوڑے اور زانی محصن کی سزا رجم یعنی سنگسار کرنا ہے۔ اپنے علم کو جاہلانہ دعاوی میں استعمال کرنے والے اب یوں کہہ رہے ہیں کہ قرآن مجید میں رجم نہیں ہے ان لوگوں سے سوال ہے کہ قرآن مجید میں یہ کہاں فرمایا ہے کہ جو کچھ قرآن میں نہ ہو وہ دین اسلام نہیں ہے قرآن نے تو یہ فرمایا ہے کہ ﴿وَمَآ اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (جو

کچھ رسول اللہ ﷺ دیں اسے پکڑ لو اور جس سے روکیں رک جاؤ)

رسول اللہ ﷺ نے بعض زانیوں کو ثبوت زنا اور محصن ثابت ہونے پر سنگسار فرما دیا تو اب کس کا مقام ہے جو اس کی تردید کرے اور اسے اللہ کے دین سے نکال دے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈال دی تھی کہ بعد میں آنے والے رجم کی سزا کے منکر ہوں گے اس لئے انہوں نے ایک دن منبر پر فرمایا کہ بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا اور آپؐ پر کتاب نازل فرمائی کتاب اللہ میں جو کچھ نازل ہوا اس میں رجم یعنی سنگسار کرنے کی آیت بھی تھی ہم نے اس آیت کو پڑھا اور سمجھا اور یاد کیا رسول اللہ ﷺ نے سنگسار کیا اور ہم نے بھی آپ ﷺ کے بعد سنگسار کیا اب میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ زمانہ دراز گزرنے پر کوئی کہنے والا یوں نہ کہنے لگے کہ اللہ کی قسم ہم رجم کی آیت کو اللہ کی کتاب میں نہیں پاتے (یہ کہہ کر وہ دین اسلام میں رجم کی مشروعیت کا منکر ہو گا) جس کی وجہ سے لوگ ایک ایسے فریضے کو چھوڑ کر گمراہ ہو جائیں گے جسے اللہ نے شروع فرمایا "رجم" اللہ کی کتاب میں ہے (یعنی اس کی مشروعیت منسوخ نہیں ہوئی) حق ہے اس مرد، عورت پر جاری کی جائے گی جو محصن ہو جب کہ گواہ قائم ہو جائیں یا اقرار ہو یا کسی عورت کو حمل ہو جائے (جس حمل کی وجہ سے حد لازم ہوتی ہو)

(رواہ البخاری)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا رجم اللہ کی کتاب میں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جس آیت میں یہ مضمون تھا اس کی تلاوت منسوخ کر

دی گئی ہے اس کا حکم منسوخ نہیں ہوا، جن حضرات نے علم اصول فقہ پڑھا ہے وہ اس کا مطلب سمجھتے ہیں اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس سے سورہ نساء کی آیت ﴿أو يجعل الله لهن سبيلا﴾ کی طرف اشارہ ہے اور تیسرا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ کی کتاب میں واضح طور پر موجود نہیں ہے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ دین اسلام میں رجم نہیں ہے جب رسول اللہ ﷺ نے اس کو مشروع فرما دیا تو یہ بھی اللہ کی کتاب میں ہے کیونکہ کتاب اللہ میں اللہ کی اطاعت کے ساتھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم بھی فرمایا ہے۔

یہ جو لوگ کہہ رہے ہیں کہ رجم قرآن کریم میں نہیں ہے اول تو ان سے یہ سوال ہے کہ ظہر، عصر اور عشاء کی چار رکعتیں مغرب کی تین اور فجر کی دو اسی کو کسی آیت میں دکھا دیں۔ زکوۃ کا کیا نصاب ہے اس کو کسی آیت سے ثابت کریں۔ کیا وجہ ہے کہ نماز اور زکوۃ کی ادائیگی کے لئے جو اسلام کے ارکان میں شامل ہیں قرآن مجید کی آیت تلاش نہیں کی جاتی ان پر عمل کرنے کے لئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہی کافی ہے اور رجم کو دین میں مشروع سمجھنے کے لئے آیات قرآنیہ کی تلاش ہے۔ ملحدوں اور زندیق کا کوئی دین نہیں ہوتا اسی لئے یہ لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں۔

ارے زندیقو! تم جن حکومتوں کے نمائندے ہو ان سے سو سو کوڑے تو لگواؤ، اپنے ذرا سے علم کو منکرین اسلام کی تائید کے لئے خرچ کرنا اسی کو تو قرآن مجید نے ﴿أضله الله على علم﴾ فرمایا ہے حدیث شریف میں ایسے لوگوں کے بارے میں «إن من العلم جهلا» وارد ہوا ہے۔

تورات شریف میں رجم کا حکم اور اس سے یہودیوں کا انحراف :۔

شادی شدہ مرد عورت کی سزا کے بارے میں تورات شریف میں وہی حکم تھا جو شریعت محمدیہ علي صاحبها الصلوة و التحيه میں ہے اور وہ یہ کہ زانی مرد و عورت شادی ہو تو اس کو رجم کر دیا جائے گا یعنی پتھروں سے مار دیا جائے گا جسے سنگسار کرنا کہتے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک یہودی نے ایک عورت سے زنا کر لیا تو آپس میں یہ لوگ کہنے لگے کہ یہ جو نبی آئے ہیں ان کے پاس چلو ان کے دین میں تخفیف ہے اگر رجم کے علاوہ انہوں نے کوئی اور فتویٰ دیا تو ہم قبول کر لیں گے اور اللہ کے یہاں حجت میں پیش کر دیں گے کہ ہم نے تیرے نبیوں میں سے ایک نبی کے فتوے پر عمل کیا (سنن ابی داؤد ص ۲۵۵ / ج ۲)۔

معالم التنزیل ص ۳۶ / ج ۲ میں ہے کہ خیبر میں جو یہودی رہتے تھے ان میں سے جو سردار قسم کے لوگ تھے ان میں سے ایک مرد نے ایک عورت کے ساتھ زنا کر لیا اور یہ دونوں شادی شدہ تھے تورات شریف کے قانون کے مطابق ان کو رجم کرنا تھا یہودیوں نے ان کو رجم کرنے سے گریز کیا، رجم کو اچھا نہ جانا کیونکہ وہ ان کے بڑے لوگوں میں تھے پھر آپس میں کہنے لگے کہ یثرب یعنی مدینہ میں جو یہ صاحب ہیں (یعنی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم) ان کی کتاب میں رجم نہیں ہے کوڑے مارنا ہے لہٰذا ان کے پاس چلو اور ان سے سوال کرو۔ یہودیوں کا ایک قبیلہ بنی قریظہ مدینہ منورہ میں رہتا تھا خیبر کے یہودیوں نے ان کے پاس پیغام بھیجا اور کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے دریافت کرو کہ اگر مرد اور عورت زنا کریں اور وہ شادی شدہ ہوں تو ان کی کیا سزا

ہے اگر وہ یہ حکم دیں کہ کوڑے مار کر چھوڑ دو تو قبول کر لینا اور اگر رجم کا حکم دیں تو قبول نہ کرنا اور گریز کرنا، جب یہ لوگ مدینہ منورہ آئے اور بنی قریظہ کے سامنے یہ بات رکھی تو انہوں نے کہا کہ پہلے سے سمجھ لو وہ اسی بات کا حکم دیں گے جس سے تم ڈرتے ہو۔ اس کے بعد یہودیوں کے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے مسئلہ دریافت کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میرے فیصلے پر راضی ہو گے تو انہوں نے کہا کہ ہاں! ہمیں آپ کا فیصلہ منظور ہو گا آپ ﷺ نے ان کو رجم کا فیصلہ سنا دیا اس پر وہ فیصلہ، ماننے سے منحرف ہو گئے۔ حضرت جبریلؑ نے فرمایا کہ آپ ابن صوریا کو درمیان میں ڈالیں یہ شخص ان کے علماء میں سے تھا اور کانا تھا آپ نے یہود سے فرمایا کہ تم ابن صوریا کو جانتے ہو؟ کہنے لگے کہ ہاں! فرمایا وہ تم لوگوں میں کیسا شخص ہے؟ کہنے لگے کہ یہودیوں میں روئے زمیں پر اس سے بڑا کوئی عالم نہیں ہے جو تورات شریف کے احکام سے واقف ہو، ابن صوریا کو لایا گیا۔ آپؐ نے یہودیوں سے فرمایا کہ تم ----- اپنے درمیان اسے فیصلہ کرنے والا منظور کرتے ہو کہنے لگے کہ ہاں ہمیں منظور ہے! آپؐ نے ابن صوریا سے فرمایا میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں جس نے موسیٰؑ پر تورات نازل فرمائی اور تمہیں مصر سے نکالا اور تمہارے لئے سمندر پھاڑا اور تمہیں نجات دی اور جس نے تم پر بادلوں کا سایہ کیا اور جس نے تم پر من و سلویٰ نازل فرمایا کیا تم اپنی کتاب میں شادی شدہ زانیوں کے بارے میں رحم کرنے کا قانون پاتے ہو؟ ابن صوریا نے کہا کہ ہاں! قسم اس ذات کی جس کی مجھے آپ ﷺ نے قسم دلائی ہے تورات شریف

میں رجم کا حکم ہے اگر مجھے اس کا ڈر نہ ہوتا کہ جھوٹ بولنے یا تورات کا حکم بدلنے کی وجہ سے میں جل جاؤں گا تو میں اقرار نہ کرتا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے سب سے پہلے خداوند تعالیٰ کے حکم کے خلاف کب رخصت نکالی؟ ابن صوریا نے کہا کہ ہم یہ کرتے تھے کہ جب کوئی بڑا آدمی زنا کرتا تو اسے سزا دیئے بغیر چھوڑ دیتے تھے اور جب کوئی کمزور آدمی زنا کرتا تو اس پر سزا جاری کرتے تھے اس طرح سے ہمارے بڑے لوگوں میں زناکاری زیادہ ہوگئی۔

اور ایک یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک بادشاہ کے چچا کے بیٹے نے زنا کر لیا تو ہم نے اس پر رجم کی سزا جاری نہ کی پھر ایک اور شخص نے زنا کر لیا جو عام لوگوں میں سے تھا بادشاہ نے چاہا کہ اسے سنگسار کرے اس پر اس کی قوم کے لوگ کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے کہ اللہ کی قسم! اس شخص کو سنگسار نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ بادشاہ کے چچا کے بیٹے پر زنا کی سزا جاری نہ ہو۔ جب یہ بات سامنے آئی تو آپس میں کہنے کہ رجم کی سزا کے علاوہ کوئی صورت تجویز کر لیں جو بڑے اور چھوٹے ہر قسم کے لوگوں پر جاری کی جا سکے لہٰذا ہم نے یہ طے کر لیا کہ جو شخص بھی زنا کرے اس کو ایسی رسی سے چالیس کوڑے مارے جائیں جس پر روغن (تار کول) لگا ہوا ہو۔ کوڑے مار کر چہروں کو کالا کر دیتے تھے اور گدھوں پر بٹھا کر بازاروں میں گھما دیتے تھے گدھوں پر الٹا سوار کرتے تھے یعنی منہ گدھوں کی پچھلی ٹانگوں کی طرف ہوتا تھا جب ابن صوریا نے یہ کہا تو یہود کو صحیح بات بتانا ناگوار ہوا۔ ابن صوریا نے کہا کہ اگر مجھے تورات کی مار پڑنے کا ڈر نہ ہوتا تو میں نہ بتاتا۔

جب ابن صوریا نے تورات شریف کا قانون سنا دیا اور یہودی پہلے ہی

کہہ چکے تھے کہ ہم آپ کے فیصلہ پر راضی ہیں تو آنحضرتؐ نے ان دونوں یہودیوں یعنی زنا کرنے والے مرد عورت کو رجم کرنے کا فیصلہ نافذ کر دیا جن کو آپ کی مسجد کے قریب رجم کر دیا گیا اور آپ ﷺ نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اے اللہ! میں پہلا وہ شخص ہوں جس نے آپ کے حکم کو زندہ کیا جسے یہودیوں نے مردہ کر دیا تھا اس پر اللہ جل شانہ نے آیت بالا ﴿يٰأَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ﴾ (آخر تک) نازل فرمائی۔

مدعیان اسلام کی حالت زار:۔

یہودیوں نے رجم کے سلسلہ میں تورات کے حکم کو چھوڑ کر زانی اور زانیہ کی سزا اپنے طور پر تجویز کر لی تھی اور قصاص کے حکم کو بھی بدل دیا تھا اللہ کے فیصلے کی بجائے اپنے تجویز کردہ فیصلوں کو بطور قانون کے نافذ کر دیا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ معلوم کرنے کے لئے اپنے نمائندے بھیجے تو ان سے کہہ دیا کہ تمہارے موافق ہو تو فیصلہ قبول کر لینا اور تمہارے موافق نہ ہو تو اس سے گریز کرنا۔

آج یہی حال ان لوگوں کا ہے جو مسلمان ہونے کے مدعی ہیں اور حکومتیں لئے بیٹھے ہیں اور نہ صرف وہ لوگ جنہیں حکومتیں مل جاتی ہیں بلکہ عوام بھی قرآن کریم کے فیصلوں سے راضی نہیں ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں کو ماننے سے انکاری ہیں جب ان سے کہا ہے کہ قرآنی نظام نافذ کرو تو کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں ان میں سے بہت سے لوگ نمازی بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت

کے دعویدار بھی ہیں لیکن یہ لوگ بھی قرآنی نظام نافذ کرنے اور کروانے کے حق میں نہیں ہیں۔

سورہ مائدہ میں ارشاد ہے: ﴿أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾ (کیا یہ لوگ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟ اور فیصلہ کرنے کے اعتبار سے ان لوگوں کے لئے اللہ سے اچھا کون ہے جو یقین رکھتے ہیں۔)

جو لوگ اللہ کے حکم کے خلاف دوسرا حکم تلاش کرتے ہیں ان کی توبیخ کے لئے سوال کے پیرایہ میں ارشاد فرمایا کیا یہ لوگ جاہلیت کے فیصلے کو چاہتے ہیں؟ اللہ کا فیصلہ سامنے ہوتے ہوئے جو اللہ کی کتاب بتا رہی ہے اور جو اللہ کے نبی نے سنایا ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سے اعراض کر رہے ہیں اور ہٹ رہے ہیں، جب اللہ کا فیصلہ ماننے سے انکار ہے تو اب کون سا فیصلہ چاہتے ہیں اللہ کے فیصلے کے خلاف تو جاہلیت کا ہی فیصلہ ہے اللہ کے فیصلے کو چھوڑنا اور جاہلیت کے فیصلے کو اختیار کرنا کس لئے ہے؟ کیا جاہلیت کا فیصلہ اللہ کے فیصلے سے اچھا ہے؟ ایسا ہرگز نہیں! اللہ سے بڑھ کر اچھا فیصلہ دینے والا کوئی نہیں، یورپین اقوام نے جو قوانین بتائے ہیں حاکم و محکوم سب انہی کے باقی رکھنے کے حق میں ہیں، ان پر آیت شریفہ کا مضمون ﴿أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ﴾ پوری طرح صادق آرہا ہے مقدمہ لڑتے ہیں، برسوں کیس چلتا ہے، دونوں طرف کے وکلاء فیس کھاتے رہتے ہیں، مال بھی خرچ ہوتا ہے اور وقت بھی ضائع۔ معمولی سا حق حاصل کرنے کے لئے کئی گنا مال خرچ کرنا پڑتا ہے پھر بھی جاہلانہ نظام پر راضی ہیں اور اس

بات پر راضی نہیں کہ قاضی اسلام کے پاس جائیں گواہ یا قسم کی بنیاد پر قرآن و حدیث کے موافق فیصلہ ہو جائے، جاہلانہ قانون کا سہارا لے کر دوسروں کی جائیدادیں دبا لیتے ہیں مرحوم باپ کی میراث سے ماں اور بہنوں کو محروم کر دیتے ہیں اور طرح طرح سے ضعفاء اور فقرا کے حقوق مار لیتے ہیں، یہی ظالمانہ منافع تو قانون اسلام کے نافذ کرنے کی حمایت نہیں کرنے دیتے، کافرانہ نظام کا سہارا لے کر اگر دنیا میں کسی کا حق مار لیا تو جب مالک یوم الدین جل جلالہ کی بارگاہ میں پیشی ہو گی اس وقت چھٹکارا کیسے ہو گا؟

مسلمان نام کے لوگوں نے یہ طریقہ نکالا ہے کہ مسلمان بھی ہیں اور اسلام گوارا بھی نہیں، اور عجیب بات ہے کہ جو لوگ قرآن کو مانتے ہی نہیں ان کو راضی رکھنا بھی مقصود ہے چونکہ ان کی رائے اسلامی نظام کے حق میں نہیں اس لئے قرآن ماننے والے بھی نظام قرآن نافذ کرنے کے حق میں نہیں ﴿إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾

اسلام میں عفت و عصمت کی حفاظت :-

اللہ جل شانہ نے حضرت آدمؑ کو پیدا فرمایا پھر ان کی طبعی موانست کے لئے حضرت حواؑ کو پیدا فرمایا پھر ان سے انسانوں کی نسل کو جاری فرمایا، مرد عورت میں جو ایک دوسرے کی طرف فطری اور طبعی میلان ہے اس کے لئے نکاح کو مشروع فرمایا اور نکاح کے اصول و قوانین مقرر فرمائے جب مرد عورت کا نکاح ہو جائے تو آپس میں ایک دوسرے سے قانون شریعت کے مطابق استمتاع اور استلذاذ جائز ہے اس میں جہاں

نفسیاتی ابھار کا انتظام ہے وہاں بنی آدم کی نسل چلنے اور نسل و نسب کے پاک رکھنے اور آپس میں رحمت اور شفقت باقی رکھنے کا اور عورت کو گھر میں عزت آبرو کے ساتھ رہنے اور گھر بیٹھے ہوئے ضروریات زندگی پوری ہونے اور عفت و عصمت سے رہنے کا بھی انتظام ہے، مرد کما کر لائے عورت گھر میں بیٹھے اور کھائے لباس بھی شوہر کے ذمہ اور رہنے کا گھر بھی، اولاد پیدا ہو تو ماں باپ کی شفقت میں پلے بڑھے۔ کوئی چچا ہو، کوئی ماموں ہو، کوئی داد ہو، کوئی دادی ہو، کوئی پھوپھی ہو، کوئی خالہ۔ ہر ایک بچے کو پیار کرے گود میں لے اور ہر ایک اس کو اپنا سمجھے صلہ رحمی کے اصول پر سب رشتہ دار دور کے ہوں یا قریب کے آپس میں ایک دوسرے سے محبت بھی کریں، مالی امداد بھی کریں، نکاحوں کی مجلسوں میں جمع ہوں، ولیمہ کی دعوتیں کھائیں، عقیقے ہوں، جب کوئی مر جائے کفن دفن میں شریک ہوں یہ سب امور نکاح سے متعلق ہیں۔ اگر نکاح نہ ہو اور مرد عورت یونہی آپس میں اپنی نفسانی خواہشات پوری کرتے رہیں تو جو اولاد ہو گی وہ کسی باپ کی طرف منسوب نہیں ہو گی اور جب عورت زنا کار ہے تو یہ پتہ بھی نہ چلے گا کہ کس مرد کے نطفہ سے حمل قرار پایا جب کوئی باپ ہی نہیں ہے تو کون بچے کی پرورش کرے، بچے کو کچھ معلوم نہیں میں کس سے پیدا ہوا میرے ماں باپ کون ہیں، چونکہ باپ ہی نہیں اس لئے مغربی ممالک میں بچوں کی ولدیت ماں کے نام سے لکھ دی جاتی ہے رشتہ داروں کی جو شفقتیں تھیں باپ کی جانب سے ہوں یا ماں کی جانب سے بچہ ان سب سے محروم رہتا ہے زنا کار عورتوں کے بھائی بہن بھی اپنی بہن کی اولاد کو اس نظر سے نہیں دیکھتے جو شفقت بھری نظر نکاح والی ماں کی اولاد پر نانا

نانی اور خالہ ماموں کی ہوتی ہے، ہر سمجھ دار آدمی غور کر سکتا ہے کہ نکاح کی صورت میں جو اولاد ہوتی ہے اس کی مشفقانہ تربیت اور ماں باپ کی آغوش میں پرورش ہونا انسانیت کے اکرام کا سبب ہے، کیا زناکاروں کی اولاد کی حکومتوں والی پرورش اس کے مقابلہ میں کوئی حیثیت رکھتی ہے؟

جب نکاح کا سلسلہ ہوتا ہے تو ماں باپ لڑکا اور لڑکی کے لئے جوڑا ڈھونڈتے ہیں اور آزاد لڑکے اور لڑکیاں نفسانی خواہشات پورا کرنے کے لئے دوست (فرینڈ) تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ یہ عورت کی کتنی بڑی ذلت ہے کہ وہ گلی کوچوں میں کپڑے اتارے کھڑی رہے اور مردوں کو اپنی طرف لبھائے اور جو شخص اس کی طرف جھکے اس کو کچھ دن کے لئے دوست بنا لے پھر جب چاہے یہ چھوڑ دے اور جب چاہے وہ چھوڑ دے۔ اب پھر دونوں تلاش یار میں نکلے ہیں کیا اس میں انسانیت کی مٹی پلید نہیں ہوتی؟ پھر چونکہ عورت کا کوئی شوہر نہیں ہوتا اور جن کو دوست بنایا جاتا ہے وہ قانوناً اس کے خرچ کے ذمہ دار نہیں ہوتے اس لئے عورتیں خود کمانے پر مجبور ہوتیں ہیں شوروموں پر کھڑی ہوئی مال سپلائی کرتی ہیں روڈ پر بیٹھ کر آنے جانے والے لوگوں کے جوتوں پر پالش کرتی ہیں، عجب بات ہے کہ عورتوں کو یہ ذلت اور رسوائی منظور ہے اور نکاح کر کے گھر میں ملکہ بن کر بچوں کی ماں ہو کر عفت و عصمت کے ساتھ زندگی گزارنے کو ناپسند کرتی ہیں۔

اسلام نے عورت کو بڑا مقام دیا ہے وہ نکاح کر کے عفت و عصمت کی حفاظت کے ساتھ گھر کی چار دیواری میں رہے اور اس کا نکاح بھی اس کی مرضی سے ہو جس میں مہر بھی اس کی مرضی سے مقرر ہو پھر

اسے ماں باپ اور اولاد اور بہن بھائی سے میراث بھی ملے۔ یہ زندگی اچھی ہے یا در بدر یار ڈھونڈتی پھریں اور زنا کرتی پھریں یہ بہتر ہے؟ کچھ تو سوچنا چاہئے ﴿فَاعْتَبِرُوْا يَآ أُولِي الْأَبْصَار﴾

اسلام کو یہ گوارہ نہیں کہ مرد و زن کا اخلاط ہو پیدا ہونے والے بچوں کے باپ کا پتہ نہ چلے یا کئی شخص دعویدار ہو جائیں کہ یہ بچہ میرے نطفہ سے ہے۔

جو مرد عورت زنا کاری کی زندگی گزارتے ہیں ان سے حرامی بچے پیدا ہوتے ہیں انسانیت کی اس سے زیادہ کیا مٹی پلید ہوگی کہ بچہ ہو اور اس کا باپ کوئی نہ ہو اہل نظر اسے حرامی کہتے ہوں یا کم از کم یوں سمجھتے ہوں کہ دیکھو وہ حرامی آرہا ہے، یہ بات شریفوں کے لئے موت سے بہتر ہے لیکن اگر طبعی شرافت باقی نہ رہے دلوں میں انسانیت کا احترام نہ ہو تو معاشرہ میں حرامی حلالی ہونے کی حیثیت باقی نہیں رہتی۔ جن ملکوں میں زنا کاری عام ہے ان کے یہاں حرامی ہونا کوئی عیب اور حلالی ہونا کوئی ہنر نہیں۔ اب یہ لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمان بھی ہماری ہاں میں ہاں ملا دیں اور قرآن کے باغی ہو کر ہماری طرح زنا کار ہو جائیں اور زنا کاری کی سزا منسوخ کر دیں بھلا مسلمان یہ کیسے کر سکتا ہے اگر کوئی مسلمان ایسا کرے گا تو اسی وقت کافر ہو جائے گا۔

اسلام جو عفت و عصمت کا دین ہے اس کے ماننے والے شہوت پرستوں کا ساتھ کیسے دے سکتے ہیں، زنا کاری میں چونکہ مزا ہے، شہوت پرستی ہے اس لئے شہوت پرست اسے چھوڑنے والے نہیں ہیں اسی لئے شریعت اسلامیہ نے معاشرہ کو زنا سے پاک رکھنے کے لئے زنا

کی سزا سخت رکھی ہے۔

جو لوگ شہوت پرست ہیں ان کے تقاضوں پر کافر ملکوں کی پارلیمنٹوں نے نہ صرف یہ کہ مرد عورت کے لئے باہمی رضامندی سے زنا کو قانوناً جائز قرار دے دیا ہے بلکہ مرد کو بھی اجازت دے دی ہے کہ وہ کسی مرد کی بیوی بن کر رہے، ان لوگوں کو نہ انسانیت کی ضرورت ہے، نہ شرافت کی، نہ نسب محفوظ رکھنے کی، نہ عفت و عصمت کے ساتھ جینے کی اور نہ عورتوں کو اچھا مقام دینے کی، شہوت پرست ہیں شہوت کے بندے ہیں۔

کافروں، ملحدوں اور زندیقوں کو اسی پر تعجب ہے کہ شریعت اسلامیہ میں زنا کیوں حرام قرار دیا گیا ہے؟ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ مرد عورت کا اپنا ذاتی معاملہ ہے جس کا جس سے جی چاہے لذت حاصل کر لے، ان لوگوں کی یہ بات جہالت، ضلالت اور غوایت پر مبنی ہے یہ کہنا کہ بندوں کو اختیار ہے جو چاہیں کریں یہ بہت بڑی گمراہی ہے۔ جب خالق کائنات جل مجدہ نے پیدا فرمایا اور سب اسی کی مخلوق اور مملوک ہیں تو کسی کو بھی اختیار نہیں ہے کہ وہ خالق اور مالک کے بتائے ہوئے قانون کے خلاف زندگی گزارے، کوئی انسان خود اپنا نہیں ہے نہ اس کے اعضاء اپنے ہیں وہ تو خالق جل مجدہ کی ملکیت ہے اپنے اعضاء کو قانون الٰہی کے خلاف استعمال کرنا بغاوت ہے۔

انسان کو جو اللہ تعالیٰ نے عقل اور فہم سے نوازا اور اسے جو شرف بخشا اس شرف کی وجہ سے اور اسے اونچا رکھنے کے لئے احکام عطاء فرمائے۔ اس کے لئے کچھ چیزوں کو حرام قرار دیا اور کچھ چیزوں کو حلال

قرار دیا۔ مرد اور عورت کا آپس میں استمتاع بھی حلال ہے لیکن نکاح کرنے کے بعد، پھر اس نکاح اور انعقاد نکاح کے بھی قوانین ہیں، انبیاء کرام علیہم السلام نکاح کرتے تھے۔

قرآن مجید میں عموماً عورتوں کو مردوں ہی کے خطاب میں شریک کر کے احکام شرعیہ بتائے گئے ہیں جہاں جہاں ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ وارد ہوا ہے اس میں گو اسم موصول مذکر ہے لیکن عورتوں کو یہی ان کا مضمون شامل ہے جہاں کہیں صیغہ تانیث لایا گیا ہے وہاں مردوں کا ذکر مقدم ہے جیسا کہ إِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُوْمِنِيْنَ وَالْمُوْمِنَاتِ﴾ اور ﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا أَيْدِيَهُمَا﴾ میں ہے لیکن زنا کی حد بیان کرتے ہوئے دو باتیں زیادہ قابل توجہ ہیں اول تو یہ کہ صرف مذکر کا صیغہ لانے پر اکتفا نہیں کیا گیا دوسرے لفظ الزانیہ کو الزاني پر مقدم فرمایا۔

اب کسی بھی مرد یا عورت کو یہ شبہ کرنے کی گنجائش نہیں رہی کہ شاید زنا کی حد جاری کرنا مردوں ہی کے ساتھ مخصوص ہو۔ قرآن مجید کے انداز بیان سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ عورتوں میں زنا کی رغبت بہ نسبت مردوں کے زیادہ ہے ان کی حفاظت کا زیادہ اہتمام کیا جائے۔ چوری میں مرد پیش پیش ہوتے ہیں اس لئے سورہ مائدہ کی آیت میں لفظ السارق کو مقدم فرمایا اور زنا کی طرف مائل ہونے میں عورتوں کا رجحان زیادہ ہوتا ہے اس لئے حد زنا بیان فرماتے ہوئے لفظ الزانیہ کو مقدم فرمایا۔

شریعت اسلامیہ نے جو زنا کی حد مقرر فرمائی ہے بظاہر یہ سخت ہے

اور سختی اس لئے ہے کہ لوگوں کی عصمت محفوظ رہے اور اس جرم کی طرف لوگوں کا میلان نہ ہو، اگر کسی غیر محصن کو لوگوں کی ایک جماعت کے سامنے کوڑے لگا دیئے جائیں اور محصن کو سنگسار کر دیا جائے اور اس کی شہرت ہو جائے تو برس ہا برس کے لئے دو دراز علاقوں کے رہنے والوں کے لئے ایک ہی سزا عبرت کا سامان بن جائے گی۔

اسلام نے اول تو ایسے احکام وضع کئے ہیں جن پر عمل کرنے سے زنا کاری کا صدور ہی آسان نہیں، نظروں پر پابندی ہے، عورتوں کی بے حجابی پر پابندی ہے، نامحرموں سے پردہ ہے، محرم بد نفس سے بھی پردہ کا حکم ہے، ان سب امور کے باوجود زنا صادر ہو جائے تو اس کی سزا کے لئے ایسی شرطیں لگائی ہیں جن کا وجود میں آنا ہی مشکل ہے اگر چار گواہ گواہی دے دیں کہ ہم نے فلاں مرد و عورت کو زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے جیسے سرمہ دانی میں سلائی ہو تب زنا کا ثبوت ہو گا، ظاہر ہے کہ ایسے چار گواہ ملنا عادتاً ناممکن ہے۔ اگر کوئی مرد عورت زنا کا اقرار کر لے تو اس پر سزا جاری ہو گی لیکن اس میں بھی امیر المومنین اور قاضی کو حکم دیا گیا ہے کہ معمولی سے شبہات پر حد کو ساقط کر دیں، مقصود لوگوں کی پٹائی کرنا اور سنگسار کرنا نہیں بلکہ زنا سے بچانا مقصود ہے۔

اس سب کے باوجود کوئی شخص زنا کے جرم میں پکڑا جائے اور شریعت کے مطابق اس کا زنا ثابت ہو جائے تو امیر المومنین اور قاضی لا محالہ اس پر حد جاری کر دے گا کیونکہ یہ شخص معاشرہ کا ایک ایسا عضو ہے جو بالکل سڑ چکا ہے جسے کاٹے بغیر جسم کی اصلاح ممکن نہیں

الترغیب ص ۲۷۷ / ج ۳)

یہ حرامی بچے یورپ میں کثرت سے پیدا ہو رہے ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن اپنا ایک خواب بیان فرمایا اس میں بہت سی چیزیں دیکھیں ان میں یہ بھی دیکھا کہ تنور کی طرح ایک سوراخ ہے اس کا اوپر کا حصہ تنگ ہے اور نیچے کا حصہ وسیع ہے اس کے نیچے آگ جل رہی ہے جو لوگ اس تنور میں ہیں وہ آگ کی تیزی کے ساتھ اوپر کو آجاتے ہیں جب آگ دھیمی پڑتی ہے تو نیچے کو واپس چلے جاتے ہیں یہ لوگ ننگے مرد اور ننگی عورتیں ہیں ان کی چیخ و پکار کی آوازیں بھی آ رہی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے بارے میں میں نے اپنے ساتھیوں (حضرت جبرائیلؑ اور حضرت میکائیلؑ) سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ زناکار مرد اور زناکار عورتیں ہیں۔

آج بے حیائی کس قدر عام ہے سڑکوں، پارکوں، کلبوں اور نام نہاد قومی اور ثقافتی پروگراموں میں، عرسوں اور میلوں میں، ہوٹلوں اور دعوتی پارٹیوں میں کس قدر بے حیائی کے کام ہوتے ہیں اس کے ظاہر کرنے اور بتانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے جاننے والے اور اخبارات کا مطالعہ کرنے والے بخوبی واقف ہیں، پھر اس بے حیائی اور فحش کاری کے نتیجے میں وبائی امراض طاعون، ہیضہ، انفلوئنزا اور ایڈز وغیرہ پھیلتے رہتے ہیں اور ایسے ایسے امراض سامنے آ رہے ہیں جن کے طبعی اسباب اور معالجہ کے سمجھنے سے ڈاکٹر عاجز ہیں جس قدر ڈاکٹری ترقی پذیر ہے اسی قدر نئے امراض ظاہر ہوتے جاتے ہیں۔

دور حاضر کے لوگوں کا اب یہ طریقہ ہو گیا ہے کہ ان کے نزدیک

شہوت پرستی ہی سب کچھ ہے زندگی کا خلاصہ شہوت پرستوں کے نزدیک صرف یہی رہ گیا ہے کہ مرد اور عورت بغیر کسی روک ٹوک اور بغیر کسی پابندی کے آپس میں ایک دوسرے سے شہوت پوری کیا کریں پہلے تو بعض یورپین ممالک نے اس قسم کے قوانین بنا دیئے تھے لیکن اب وہ بین الاقوامی کانفرنسیں بلا بلا کر سارے عالم کے انسانوں کو اس بے ہودگی میں لپیٹنا چاہتے ہیں، اصل میں بات یہ ہے کہ اس قسم کی کانفرنسیں منعقد کرنے والے انسانیت کے دائرے ہی سے باہر ہو چکے ہیں اور انہیں اس پر ذرا بھی رنج نہیں ہے کہ ہم انسانیت کھو بیٹھے ہیں۔

یہ لوگ اس مقام پر اتر آئے ہیں کہ ہم انسان نہ رہے تو کیا حرج ہے مزہ تو ملے گا۔ انسان بننے اور انسانی تقاضے پورے کرنے میں نفس کی آزادی میں فرق آتا ہے لہٰذا انسانیت کی ضرورت کیا ہے؟ جانور بھی تو دنیا میں رہتے ہیں اور جیتے ہیں ہم بھی جانور ہو گئے تو کیا ہوا؟ یہ بات یہ لوگ زبان سے کہیں یا نہ کہیں ان کا طریقہ کار اور رنگ ڈھنگ ایسا ہی ہے، اسی کو قرآن مجید میں فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ﴾ (اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ ایسے متمتع ہوتے ہیں اور کھاتے ہیں جیسے جانور کھاتے ہیں اور دوزخ کی آگ ان کا ٹھکانہ ہے)

الفصل الثامن

في عقوبة من يأتي الذكران

(غیرفطری عمل کرنے والوں کی سزا)

غیرفطری عمل کی وجہ سے ایک قوم پر آسمان سے پتھر برسائے گئے :-

سورہ اعراف میں فرمایا:

﴿وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ○ إِنَّكُمْ لَتَأْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ- بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ○ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّآ اَنْ قَالُوْا أَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ○ فَأَنْجَيْنٰهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ- كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ○ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا- فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ○﴾

ترجمہ :- اور ہم نے لوط کو بھیجا جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کیا تم بے حیائی کا کام کرتے ہو جسے تم سے پہلے جہانوں میں سے کسی نے بھی نہیں کیا۔ بے شک تم عورتوں کو چھوڑ کر شہوت رانی کے لئے مردوں کے پاس آتے ہو، بلکہ تم لوگ حد سے گزر جانے والے ہو۔ اور ان کی قوم کا جواب اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا کہ وہ کہنے لگے کہ ان لوگوں کو اپنی بستی سے نکال دو، بے شک یہ ایسے لوگ ہیں جو پاک

باز بنتے ہیں۔ سو ہم نے نجات دی لوط کو اور اس کے گھر والوں کو سوائے اس کی بیوی کے، کہ وہ رہ جانے والوں میں سے تھی۔ اور ہم نے ان پر ایک بڑی بارش برسا دی، سو دیکھ! کیسا انجام ہے مجرمین کا۔

ان آیات میں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی بدکاری کا اور ان پر جو عذاب آیا اس کا ذکر ہے۔ مفصل قصہ سورہ ہود اور سورہ حجر اور سورہ شعراء اور سورہ عنکبوت میں مذکور ہے اور تھوڑا تھوڑا دیگر مواقع میں بھی ہے۔

یہ لوگ ایمان بھی نہ لائے اور جن برے کاموں میں مبتلا تھے ان سے حضرت لوط علیہ السلام نے روکا تو الٹے الٹے جواب دیتے رہے۔ مرد، مردوں سے اپنی شہوت پوری کرتے تھے۔ سیدنا حضرت لوطؑ نے ان سے فرمایا کہ یہ بے حیائی کا کام ایسا ہے جسے تم سے پہلے جہانوں میں سے کسی نے بھی نہیں کیا۔ اس بدکرداری اور بدفعلی کی تم نے بنیاد ڈالی ہے، یہ خالق و مالک کی شریعت کے خلاف ہے اور فطرت انسانی کے بھی۔ ان کی دوسری بدکرداری یہ تھی کہ راہزنی کرتے تھے جسے سورہ عنکبوت میں ﴿وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ﴾ سے تعبیر فرمایا ہے۔

سورہ شعراء میں فرمایا: ﴿أَتَأْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ○ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ أَزْوَاجِكُمْ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ عَادُوْنَ ○﴾ (کیا تم سارے جہانوں میں سے مردوں کے پاس آتے ہو۔ اور وہ جو اللہ نے تمہارے لئے تمہاری بیویاں پیدا کیں ان کو چھوڑتے ہو، بلکہ تم حد سے گزر جانے والے ہو)

سیدنا حضرت لوط علیہ السلام نے ان لوگوں کو سمجھایا برے کام سے روکا لیکن انہوں نے ایک نہ مانی اور بے ہودہ جواب دینے لگے۔ کہنے

لگے کہ اجی! ان لوگوں کو بستی سے نکالو، یہ لوگ پاک باز بنتے ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ یہ لوگ خود پاک باز بنتے ہیں اور ہمیں گندہ بتاتے ہیں گندوں میں پاکوں کا کیا کام؟ یہ بات انہوں نے از راہ تمسخر کہی تھی۔

سورہ شعراء میں ہے ﴿لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يَا لُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ○﴾ (ان لوگوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو جواب دیتے ہوئے یہ بھی کہا کہ اے لوط! اگر تو باز نہ آیا تو ضرور ان لوگوں میں سے ہو جائے گا جنہیں نکال دیا جاتا ہے) ﴿قَالَ إِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ○﴾ (حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا میں تمہارے اعمال سے بغض رکھنے والا ہوں۔) وہ لوگ برابر اپنی بے ہودگی اور بے حیائی پر اڑے رہے اور کمال بے ہودگی اور ڈھٹائی کے ساتھ انہوں نے کہا کہ اگر تو سچا ہے تو اللہ کا عذاب لے آ جیسا کہ سورہ عنکبوت میں فرمایا:

﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّآ أَنْ قَالُوْا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ○﴾ آخر ان پر عذاب آ گیا اور انہیں منہ مانگی مراد مل گئی ---- سورہ اعراف میں فرمایا: ﴿وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا﴾ اور سورہ شعراء اور سورہ نمل میں بھی ایسا ہی فرمایا یعنی ہم نے ان پر بڑی بارش برسا دی اور سورہ عنکبوت میں فرمایا: ﴿إِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰى أَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ○﴾ (کہ ہم اس بستی والوں پر آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں اس سبب سے کہ وہ بدکاری کرتے تھے) یہ کیا عذاب تھا اور کیسی بارش تھی اس کے بارے میں سورہ ہود میں فرمایا: ﴿فَلَمَّا جَآءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ

سجیل منضود مسومۃ عند ربك﴾ (سو جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے زمین کے اوپر والے حصے کو نیچے والا حصہ کر دیا اور ہم نے اس زمین پر کنکر کے پتھروں کی بارش برسا دی جو لگا تار گر رہے تھے جو آپ کے رب کے پاس سے نشان لگے ہوئے تھے)

سورہ حجر میں بھی یہ مضمون ہے وہاں فرمایا ہے: ﴿فأخذتهم الصيحة مشرقين○ فجعلنا عاليها سافلها وأمطرنا عليهم حجارة من سجيل○﴾ (سو پکڑ لیا ان کو چیخ نے سورج نکلتے نکلتے۔ سو کر دیا ہم نے اس کے اوپر والے حصے کو نیچے والا حصہ اور برسا دیئے ہم نے ان پر کنکر کے پتھر)

ان سب آیات کو ملانے سے معلوم ہوا کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر تینوں طرح کا عذاب آیا چیخ نے بھی پکڑا، ان کی سر زمین کا تختہ بھی الٹ دیا گیا اور ان پر پتھر بھی برسا دیئے گئے۔ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر والے محفوظ رہے البتہ ان کی بیوی ہلاک کر دی گئی، وہ قوم کی طرف دار تھی اور ایمان نہ لائی تھی، مفسرین نے لکھا ہے کہ ان کی بیوی یا تو اہل ایمان کے ساتھ نکلی ہی نہ تھی یا نکلی تو تھی لیکن پیچھے مڑ کر دیکھ کر اپنی قوم کی ہلاکت پر افسوس ظاہر کرنے لگی۔ ایک پتھر آیا اور اسے وہیں قتل کر دیا۔

قرآن مجید کی تصریح سے معلوم ہوا کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم جس فاحشہ کام یعنی مردوں کے ساتھ شہوت رانی کا عمل کرنے میں لگی ہوئی تھی یہ عمل ان سے پہلے کسی قوم نے نہیں کیا۔ یہ عمل عقلاً و شرعاً و فطرۃً نہایت ہی شنیع اور قبیح ہے اور کبائر میں سے ہے۔ اس کی سزا کیا ہے؟ اس کے بارے میں حضرات صاحبین امام ابو یوسف؁ اور

امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہ بھی ایک طرح کا زنا ہے اس کی سزا بھی وہی ہے جو زنا کی سزا ہے یعنی بعض صورتوں میں سو کوڑے مارنا اور بعض صورتوں میں سنگسار کر دینا (یعنی پتھر مار کر ہلاک کر دینا)۔

حضرت امام شافعیؒ کا بھی یہی قول ہے اور ان کا ایک قول یہ ہے کہ فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دیا جائے اور ایک قول یہ ہے کہ دونوں کو سنگسار کر دیا جائے۔

حضرت امام مالکؒ کا بھی ایک قول یہی ہے اور حضرت امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اس کی کوئی ایسی سزا مقرر نہیں کہ ہمیشہ اسی کو اختیار کیا جائے بلکہ امیر المومنین مناسب جانے تو دونوں کو قتل کر دے اور مناسب جانے تو سخت سزا دے کر جیل میں ڈال دے یہاں تک کہ ان دونوں کی موت ہو جائے یا توبہ کر لیں اور اگر اس عمل کو دوبارہ کر لیں تو قتل کر دیا جائے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے ان کو خط لکھا کہ یہاں ایک ایسا آدمی ہے جس سے لوگ اسی طرح شہوت پوری کرتے ہیں جس طرح عورت سے شہوت پوری کی جاتی ہے اس کے بارے میں حکم شرعی بتایا جائے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرات صحابہ کو جمع فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ ایسا گناہ ہے جسے صرف ایک ہی امت نے کیا ہے ان کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے معاملہ کیا وہ آپ سب کو معلوم ہے میری رائے یہ ہے کہ اس کو آگ میں جلا دیا جائے۔

حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ اس فعل بد کی کیا سزا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ آبادی میں جو سب سے اونچی عمارت ہو وہاں سے

اوندھے منہ کر کے پھینک دیا جائے پھر پیچھے سے پتھر مارے جائیں ---- یہ تفصیل فتح القدیر اور بحرالرائق میں لکھی ہے۔

مشکوۃ المصابیح ص ۳۱۳ میں حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فاعل اور مفعول کو جلا دیا تھا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں پر دیوار گرواکر ہلاک کر دیا تھا۔

یہ غیر فطری عمل جو حضرت لوط علیہ السلام کی قوم میں تھا بہت بڑا گناہ ہے اس کی سزا بھی سخت ہے اور وعید بھی بہت بڑی ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار (ایک ہی مجلس میں) فرمایا کہ وہ شخص ملعون ہے جو حضرت لوط علیہ السلام کی قوم والا عمل کرے، حضرت ابن عباسؓ سے بھی یہ روایت مروی ہے، نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چار آدمی ایسے ہیں کہ صبح کو اللہ کے غصہ میں ہوتے ہیں اور شام کو اللہ کی ناراضگی میں ہوتے ہیں (یعنی ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے) (۱) وہ مرد جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور (۲) وہ عورتیں جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں (۳) جو چوپایہ (جانور) سے شہوت پوری کرے اور (۴) جو مرد، مردوں سے شہوت پوری کرے (الترغیب والترہیب)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد نے فرمایا کہ جب میری امت پانچ چیزوں کو حلال سمجھ لے (یعنی ان کو اپنے عمل میں لے آئے جیسے حلال چیزوں پر عمل کیا جاتا ہے) تو ان پر ہلاکت ہے (۱) جب آپس میں ایک دوسرے پر لعنت کرنے لگیں (۲) جب شرابیں پی جانے لگیں (۳) جب (مرد) ریشم کے کپڑے پہننے لگیں

(۴) جب گانے بجانے والی عورتوں کو اپنے پاس رکھنے لگیں (۵) جب مرد، مردوں سے اور عورتیں، عورتوں سے اپنا کام چلانے لگیں (یعنی شہوت پوری کرنے لگیں)۔

تنبیہ :۔

غیر فطری عمل اپنی بیوی کے ساتھ بھی حرام ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص پر لعنت ہے جس نے کسی عورت کے پیچھے والے مقام سے اپنی حاجت پوری کی۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان لوگوں پر اللہ کی لعنت ہے جو عورتوں کے پچھلے والے حصہ سے شہوت پوری کرتے ہیں۔ (الترغیب والترہیب)

اس عمل کا وبال بھی بہت بڑا ہے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پتھروں کی بارش سے ہلاک کر دی گئی جیسا کہ قرآن مجید میں اس کی تصریح ہے، یورپین اقوام نے اس عمل کو قانونی جواز دے دیا ہے اور اس کی وجہ سے ہلاکت کے دھارے پر کھڑی ہے اور کفر تو مطلقاً عذاب کا سبب ہے ہی۔

الفصل التاسع

في حد القذف و إجرائه

(تہمت لگانے والوں پر حد جاری کرنا)

سورۃ النور میں فرمایا:

﴿ وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمٰنِينَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا — وَأُولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ۝ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَأَصْلَحُوا — فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ ﴾

ترجمہ:۔ اور جو لوگ پاک دامن عورتوں کو تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ لائیں تو ان کو اسی (۸۰) درے مارو اور کبھی ان کو گواہی قبول نہ کرو، اور یہ لوگ فاسق ہیں۔ مگر جو لوگ اس کے بعد توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں تو بلاشبہ اللہ بخشنے والا ہے مہربان ہے۔

اسلام میں مومن مرد، عورت کی آبرو کی بڑی حیثیت ہے۔ اگر کوئی مرد یا کوئی عورت کسی پاک دامن مرد یا عورت کو صاف لفظوں میں تہمت لگا دے مثلاً یوں کہہ دے کہ اے زانی، اے رنڈی، اے فاحشہ اور جسے تہمت لگائی ہے وہ قاضی کے ہاں مطالبہ کرے کہ فلاں مرد یا عورت نے مجھے ایسے ایسے کہا ہے تو قاضی اسے اسی اسی کوڑوں کی سزا دے گا۔ فقہاء کی اصطلاح میں اس کو حد قذف کہتے ہیں۔ یہ کوڑے متفرق طور پر اعضاء جسم پر مارے

جائیں گے اور اس کے کپڑے نہ اتارے جائیں گے جو عام طور سے پہنے جاتے ہیں البتہ روئی کے کپڑے یا پوستین یا ایسی چیز جو چوٹ لگنے سے مانع ہو اس کو اتار لیا جائے گا۔

تہمت لگانے والے کی یہ تو جسمانی سزا ہوئی اس کے علاوہ ایک سزا اور بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ جس شخص کو حد قذف لگائی گئی اس شخص کی گواہی کبھی بھی کسی کے بارے میں مقبول نہیں ہوگی اگر اس نے توبہ کر لی تو توبہ سے گناہ تو معاف ہو جائے گا لیکن گواہی کے قابل پھر بھی نہ مانا جائے گا۔ اس کا یہ عزت کا مقام ہمیشہ کے لئے چھین لیا گیا کہ وہ کبھی کسی معاملہ میں گواہ بنے، حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آیت بالا کا یہی مفہوم ہے۔

﴿إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا﴾ جو استثناء ہے ان کے نزدیک ﴿وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا﴾ سے مستثنیٰ نہیں ہے بلکہ ﴿وَأُولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝﴾ سے استثناء ہے یعنی توبہ کرنے سے فسق کا حکم ختم ہو جائے گا لیکن فیما بین العباد وہ گواہ بننے سے محروم ہو گیا۔

آج کل یہ مصیبت عام ہو گئی ہے کہ باتوں باتوں میں ایک دوسرے کو زنا کی تہمت لگا دیتے ہیں، حرامی اور بدمعاش کہہ دیتے ہیں مردوں میں یہ رواج عام ہے اور عورتوں میں بھی، اور عورتیں تو اپنی لڑائی میں کسی کو بخشتی ہی نہیں ہیں۔ ساس، بہو اور نند اور بھاوج کی لڑائیوں میں اور پاس پڑوس کی کشیدگی میں بات بات میں چھنال اور فلاں سے لگی ہوئی اور فلاں سے پھنسی ہوئی بتا دیتی ہیں۔ شریعت کا قانون نافذ نہیں ورنہ سب کو اس بد زبانی کی سزا مل جاتی۔ دیکھو اسلام نے مسلمان کی کتنی آبرو رکھی ہے تہمت لگانے والے مرد اور عورت کے لئے اسی

کوڑوں کی سزا مقرر فرمائی ہے لوگوں کی عجیب حالت ہے کہ اسلامی نظام تعزیر سے جان چراتے ہیں اور بد زبانی و بدگمانی کی خلیج پاٹنے والی سزا نافذ کرنے کو تیار نہیں۔

جو لوگ اپنی بیویوں کو تہمت لگائیں ان کے لئے لعان کا حکم :۔

سورہ نور میں فرمایا :

﴿ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ إِلَّآ أَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ — إِنَّهُ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ○ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ — وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ إِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ○ ﴾

ترجمہ :۔ اور جو لوگ اپنی بیویوں کو تہمت لگائیں اور ان کے پاس ان کی اپنی جانوں کے علاوہ گواہ نہ ہوں تو یہ تہمت لگانے والا اللہ کی قسم کھا کر چار مرتبہ یوں کہے کہ بلا شبہ وہ سچوں میں سے ہے۔ اور پانچویں مرتبہ یوں کہے کہ مجھ پر اللہ کی لعنت ہو اگر میں جھوٹا ہوں۔ اور عورت کی سزا اس طرح ٹل جائے گی کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یوں کہے کہ بلا شبہ یہ جھوٹوں میں سے ہے اور پانچویں مرتبہ یوں کہے

کہ مجھ پر اللہ کا غضب ہو اگر یہ سچوں میں سے ہو۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ کہ بلا شبہ اللہ بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے حکمت والا ہے تو تم بڑی مضرتوں میں پڑ جاتے۔

کوئی مرد یا عورت اگر کسی مرد یا عورت کو زنا کی تہمت لگا دے اور اپنی بات کو سچا ثابت کرنے کے لئے چار گواہ پیش نہ کر سکے تو اس تہمت لگانے والے پر حد قذف جاری ہو گی یعنی اسے ۸۰ کوڑے لگائے جائیں گے (جس کی تفصیل اوپر گزری ہے) لیکن اگر کوئی مرد اپنی بیوی کے بارے میں یوں کہے کہ اس نے زنا کیا ہے اور عورت اس کو جھٹلائے اور شوہر کے پاس چار گواہ نہیں ہیں تو گواہ نہ ہونے کی وجہ سے شوہر کو حد قذف نہیں لگائی جائے گی بلکہ امیر المومنین یا قاضی لعان کا حکم دے گا، یہ لفظ لعنت سے لیا گیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ مرد عورت دونوں آپس میں قسمیں کھائیں اور ہر ایک ایسے الفاظ کہے جس سے خود اس کی اپنی ذات پر لعنت ہو، جب کسی مرد نے اپنی بیوی کے بارے میں یوں کہا کہ اس نے زنا کیا ہے یا یوں کہا کہ یہ جو بچہ پیدا ہوا ہے مجھ سے نہیں ہے تو اب اس پر لازم ہے کہ چار گواہ پیش کرے اگر چار گواہ پیش کرنے سے عاجز ہو (اور عموماً ایسا ہی ہوتا ہے کیوں کہ زنا گواہوں کے سامنے نہیں کیا جاتا) اور عورت یوں کہے کہ اس نے مجھے تہمت لگائی ہے تو امیر المومنین یا قاضی شوہر سے کہے کہ تو لعان کر یا یہ اقرار کر کہ تو نے جھوٹی تہمت لگائی ہے اگر وہ دونوں میں سے کسی بات پر راضی نہ ہو تو قاضی اسے بند کر دے گا یہاں تک کہ لعان کرنے پر راضی ہو جائے یا یوں کہے کہ میں نے جھوٹی تہمت لگائی ہے اگر اس دوسری بات کا اقرار کرے تو پھر اسے حد قذف لگائی جائے گی، اگر وہ اپنے نفس کو نہیں جھٹلاتا

اور اسے برابر اس بات پر اصرار ہے کہ میری بیوی نے زنا کیا ہے تو قاضی دونوں کے درمیان لعان کرنے کا حکم دے گا۔

لعان کا طریقہ :-

لعان کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے مرد کھڑا ہو گا اور چار مرتبہ یوں کہے گا اَشْهَدُ بِاللّٰه اَنِّي لَمِنَ الصَّادِقِينَ فِيمَا رَمَيْتُ هٰذِهٖ مِنَ الزِّنَا (میں اللہ کو گواہ بنا کر قسم کھاتا ہوں کہ میں اس عورت کے بارے میں جو کہہ رہا ہوں کہ اس نے زنا کیا ہے میں اس بات میں سچا ہوں) پھر پانچویں مرتبہ یوں کہے لَعْنَتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ فِيمَا رَمِي هٰذِهٖ مِنَ الزِّنَا (اس عورت کے بارے میں جو میں نے کہا ہے کہ اس نے زنا کیا اس بارے میں اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو) پانچوں مرتبہ جب لفظ هٰذِهٖ (اس عورت) کے الفاظ ادا کرے تو ہر مرتبہ عورت کی طرف اشارہ کرے جب مرد پانچویں مرتبہ مذکورہ الفاظ کہہ چکے تو اس کے بعد عورت چار مرتبہ کہے اَشْهَدُ بِاللّٰه اَنَّه لَمِنَ الْكَاذِبِينَ فِيمَا رَمَانِي بِهٖ مِنَ الزِّنَا (میں اللہ کو گواہ بنا کر قسم کھاتی ہوں کہ اس مرد نے جو مجھ پر زنا کی تہمت لگائی ہے اس بارے میں یہ جھوٹا ہے) پھر پانچویں مرتبہ یوں کہے اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ فِيمَا رَمَانِي بِهٖ مِنَ الزِّنَا (مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو اگر یہ اپنی اس بات میں سچا ہو جو اس نے میری طرف زنا کی نسبت کی ہے)

جب دونوں لعان کر لیں تو اب قاضی ان دونوں کے درمیان تفریق کر دے گا اور یہ تفریق کرنا طلاق بائن کے حکم میں ہو گا اور اگر

لعان اس لئے تھا کہ نومولود بچہ کے بارے میں شوہر نے یوں کہا تھا کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے تو لعان کے بعد تفریق کرنے کے ساتھ ساتھ قاضی اس بچہ کا نسب اس مرد سے ختم کر دے گا اور یہ حکم نافذ کر دے گا کہ یہ بچہ اپنی ماں کا ہے اس کے شوہر کا نہیں ہے لعان کرنے کے بعد اگر شوہر اپنی تکذیب کر دے یعنی یوں کہہ دے کہ میں نے جھوٹی تہمت لگائی تھی تو پھر قاضی اسے حد قذف لگا دے گا۔

حدیث کی کتابوں میں عویمر عجلانی اور ہلال ابن امیہؓ کے اپنی اپنی بیوی سے لعان کرنے کا ذکر ملتا ہے صحیح بخاری ص ۷۹۹ ، ۸۰۰ اور صحیح بخاری کتاب التفسیر ص ۶۹۵ میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ہلال بن امیہ نے جو اپنی بیوی کے بارے میں یوں کہا کہ اس نے فلاں شخص سے زنا کیا ہے تو اس پر آیات لعان ﴿ و الّذين يرمُوْنَ أزْوَاجهُمْ ﴾ (الایات) نازل ہوئیں۔

لعان کی کچھ شرائط ہیں جو فقہ کی کتابوں میں لکھی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ بیوی نابالغہ نہ ہو دیوانی نہ ہو اور شوہر نابالغ اور دیوانہ نہ ہو، اگر گونگا شوہر اشاروں سے اپنی بیوی کو تہمت لگا دے تو اس کی وجہ سے قاضی لعان کا حکم نہیں دے گا۔ وفيه شرائط أخرى —

الفصل العاشر

في ذكر حرمة الخمر و وعيد شاربها و عقوبته في الدنيا و الآخرة

(شراب کی حرمت اور اس کے پینے والے کی دنیا اور آخرت میں سزا)

سورۃ المائدہ میں فرمایا:

﴿ يٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطٰنُ أَنْ يُّوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُّنْتَهُونَ ○ وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا ۔ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا عَلٰى رَسُولِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِينُ ○ ﴾

ترجمہ :۔ اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر گندی چیزیں ہیں شیطان کے کاموں میں سے ہیں۔ لہٰذا تم ان سے بچو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ شیطان یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے آپس میں دشمنی اور بغض واقع کر دے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک

دے سو کیا تم باز آنے والے ہو اور فرمانبرداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو رسول کی اور ڈرتے رہو۔ سو اگر تم نے روگردانی کی تو جان لو کہ ہمارے رسول کے ذمہ واضح طور پر پہنچا دینا ہے۔

ان آیات میں شراب، جوئے، بت اور جوا کھیلنے کے تیروں کو گندی چیزیں بتایا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ چیزیں شیطان کے کاموں میں سے ہیں۔ عرب کے لوگ بت پوجا کرتے تھے اور بتوں کے پجاریوں کے پاس تیر رکھ دیتے تھے ان تیروں کے ذریعے جوا کھیلتے تھے۔ سورہ بقرہ میں فرمایا: ﴿يسئلونك عن الخمر و الميسر قل فيهما إثم كبير ومنافع للناس و إثمهما أكبر من نفعهما﴾ (اور آپ سے سوال کرتے ہیں شراب اور جوئے کے بارے میں! آپ فرما دیجئے! کہ ان میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے منافع ہیں اور ان کا گناہ ان کے منافع سے زیادہ بڑا ہے) اس سے واضح ہوا کہ شراب اور جوئے میں اگرچہ کچھ نفع بھی ہے مگر ان کا جو گناہ ہے وہ ان کے نفع سے زیادہ بڑا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی چیز کے جائز ہونے کے لئے یہی کافی نہیں ہے کہ وہ نفع مند ہو ----- بہت سے لوگ جوئے اور شراب وغیرہ کے صرف منافع کو دیکھتے ہیں اور شریعت اسلامیہ میں جو ان کی حرمت بیان کی گئی ہے اس کی طرف دھیان نہیں کرتے اور نفع کی شق کو دیکھ کر حلال قرار دے دینے کی بے جا جسارت کرتے ہیں۔ یہ ملحدوں اور زندیقوں کا طریقہ ہے۔

شراب کی حرمت :-

ایک صاحب نے اپنے ایک ملنے والے کے بارے میں فرمایا کہ وہ

دھڑلے سے شراب پیتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ بتاؤ کہ قرآن میں شراب کو کہاں حرام فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ جن چیزوں کی ممانعت صریح قرآن مجید میں نہیں ہے بلکہ احادیث شریفہ میں آئی ہے یا جس چیز کی ممانعت فرماتے ہوئے لفظ حرام استعمال نہیں فرمایا اسے جائز قرار دیتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کی جہالت اور گمراہی ہے۔

ایسے ہی قران کے ماننے والے ہیں تو قرآن ہی سے ثابت کر دیں کہ قرآن نے جس چیز کی ممانعت کے لئے لفظ حرام استعمال کیا ہے بس وہی حرام ہے۔

قرآن مجید میں بہت سی چیزوں سے منع فرمایا گیا ہے لیکن ان کے ساتھ لفظ حرام استعمال نہیں فرمایا اور رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری اور آپ کی اتباع کا بھی حکم دیا ہے اور آپ کی صفت بیان کرتے ہوئے سورہ اعراف میں ﴿یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبَآئِثَ﴾ فرمایا ہے۔ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا کسی چیز کو حرام قرار دینا ایسا ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہو۔

سات وجوہ سے شراب اور جوئے کی حرمت :۔

سورہ مائدہ کی آیت بالا میں شراب اور جوئے کو ﴿رجس﴾ یعنی گندی چیز بتایا ہے اور پھر سورہ اعراف میں ﴿یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبَآئِثَ﴾ فرمایا ہے۔ اس تصریح کے ہوتے ہوئے بھی کوئی شخص شراب اور جوئے کو حرام نہ سمجھے تو اس کے بے دین ہونے میں کیا شک ہے ایسا شخص ملحد کافر ہے ---- پھر یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ اگرچہ

قرآن مجید میں شراب کے لئے لفظ حرام استعمال نہیں فرمایا لیکن اس کی حرمت کی وجوہ بتا دیں اور سات باتیں ذکر فرما دی ہیں جن کے ذکر سے واضح طور پر حرمت کا اعلان بار بار فرما دیا۔

(۱) اول تو یہ فرمایا کہ شراب اور جوا رجس یعنی گندی چیزیں ہیں۔ (۲) پھر فرمایا ﴿مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ﴾ کہ یہ شیطانی کاموں میں سے ہیں۔ (۳) پھر فرمایا ﴿فَاجْتَنِبُوْهُ﴾ کہ اس سے بچو۔ (۴) پھر فرمایا ﴿لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ معلوم ہوا کہ جوئے اور شراب میں مشغول ہونا ناکامی کا سبب ہے جو دنیا اور آخرت میں سامنے آئے گی۔ (۵) پھر فرمایا ﴿إِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ أَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ﴾ کہ شیطان یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے اندر دشمنی اور بغض ڈال دے (۶) پھر فرمایا ﴿وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ﴾ کہ شیطان شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکنا چاہتا ہے (۷) آخر میں فرمایا ﴿فَهَلْ أَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾ کیا تم باز آنے والے ہو؟

غور کر لیں کہ کتنی وجوہ سے شراب اور جوئے سے منع فرمایا ہے ایسے صاف واضح بیان کے ہوتے ہوئے جو شخص شراب اور جوئے کو حلال کہے گا اس کی بد بختی اور بے دینی میں کیا شک ہے؟

اللہ جل شانہ نے شراب کی حرمت تدریجا نازل فرمائی سورہ بقرہ میں ارشاد فرمایا ﴿قُلْ فِيْهِمَآ إِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَآ أَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا﴾ اس کو سن کر بعض صحابہؓ نے شراب پینا چھوڑ دیا اور بعض پیتے رہے۔ حتیٰ کہ ایک دن ایسا ہوا کہ نماز مغرب میں ایک

مہاجر صحابی نے امامت کرتے ہوئے قرآت میں غلطی کر دی اس پر آیت کریمہ ﴿يأَيُّهَا الَّذِيْنَ أمَنُوْا لَا تَقْرَبُوْا الصَّلٰوةَ وَأَنْتُمْ سُكٰرٰي حَتّٰي تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ﴾ (سورہ النساء آیت ۴۳) نازل ہوگئی۔ اس کے بعد ایسے انداز میں شراب پیتے تھے کہ نماز کا وقت آنے تک ہوش میں آ جائیں۔ اس کے بعد سختی سے شراب پینے کی ممانعت فرما دی اور فرمایا ﴿يأَيُّهَا الَّذِيْنَ أمَنُوْا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ﴾ (إلي قوله تعالي) ﴿فَهَلْ أَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ نے کہا انتھینا ربنا (اے ہمارے رب! ہم باز آ گئے) (درمنثور ص ۲۱۴/ج ۲ از مسند احمد بروایت ابی ہریرہؓ)

پھر فرمایا ﴿وَأَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا﴾ (اور اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ڈرتے رہو) یعنی اللہ اور رسول ﷺ کی مخالفت نہ کرو ﴿فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْا أَنَّمَا عَلٰي رَسُوْلِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ﴾ (سو اگر تم روگردانی کرو تو جان لو کہ ہمارے رسول کے ذمہ واضح طور پر پہنچا دینا ہے) اللہ کے رسول ﷺ نے خوب اچھی طرح کھول کر بیان فرما دیا اللہ تعالیٰ کی بات بتا دی پھر بھی اگر کوئی خلاف ورزی کرے گا تو اپنا انجام دیکھ لے گا۔

سات وجوہ سے جوئے اور شراب کی ممانعت فرمانے کے بعد اس آخری آیت میں مزید تنبیہہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت سے ڈرو۔ جو لوگ قرآن ہی میں ممانعت اور حرمت دیکھنا چاہتے ہیں اور حدیث رسول ﷺ کو حجت نہیں سمجھتے ان کو تنبیہہ فرما دی کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ اطاعت ضروری ہے اور دونوں کی مخالفت سے بچنا لازم ہے۔

احادیث شریفہ میں شراب کی حرمت اور اس کے پینے پلانے والے پر لعنت اور آخرت کی سزا:۔

رسول اللہ ﷺ نے شراب کے بارے میں جو کچھ ارشاد فرمایا اس میں سے چند احادیث کا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر نشہ لانے والی چیز شراب ہے اور نشہ والی چیز حرام ہے اور جو شخص دنیا میں شراب پیئے گا اور اس حال میں مرگیا کہ شراب پیتا رہا اور توبہ نہ کی تو آخرت میں شراب نہیں پیئے گا (جنت کی شراب سے محروم ہو گا اگر چہ جنت کا داخلہ نصیب ہو جائے)۔ (رواہ مسلم ص ۱۶۸/ ج ۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ایک شخص یمن سے آیا اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہمارے علاقے میں ایک شراب ہے جو جوار سے بنائی جاتی ہے لوگ اسے پیتے ہیں، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا وہ نشہ لاتی ہے؟ سوال کرنے والے نے عرض کیا کہ ہاں وہ نشہ لاتی ہے! آپ ﷺ نے فرمایا «کل مُسکرٍ حرام» کہ نشہ لانے والی ہر چیز حرام ہے۔ پھر فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ عہد فرمالیا ہے کہ جو شخص نشہ لانے والی چیز پیئے گا اللہ اسے طینة الخبال سے پلائے گا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ طینة الخبال کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دوزخیوں کے جسموں کا نچوڑ ہے (رواہ مسلم ص ۱۶۷/ ج ۲)

حضرت جابرؓ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد

فرمایا کہ جو چیز زیادہ مقدار میں نشہ لائے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔ (رواہ ابو داؤد ص ۱۶۲ / ج ۲)

مذکورہ بالا حدیثوں سے معلوم ہوا کہ نہ صرف شراب بلکہ ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے کھانے کی چیز ہو یا پینے کی، آج کل نشہ لانے والی بہت سی چیزیں رواج پاگئی ہیں جن میں سب سے زیادہ معروف ہیروئین ہے جس سے جانیں بھی تباہ ہوتی ہیں اور مال بھی برباد ہوتا ہے۔ جو لوگ ہیروئین یا نشہ لانے والی کوئی بھی چیز بناتے ہیں اور بیچتے ہیں اپنی دنیا بنانے اور پیسہ زیادہ کمانے کے لئے ایسا کرتے ہیں خود بھی لعنت میں گرفتار ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی ملعون بناتے ہیں۔ اس زمانہ میں لوگوں کے نزدیک ملعون ہو جانا کوئی خاص بات نہیں ہے وہ سمجھتے ہیں کہ ملعون ہی تو ہوئے کوئی چھرا تو نہیں لگ گیا۔ اگر چھرا نہیں لگا تو لعنت میں گرفتار ہوئے اور اللہ جل شانہ کی پھٹکار میں زندگی گزاری اور اس کی رحمت سے دور رہے یہ کون سی سمجھ داری کی بات ہے، پھر دنیا کسی طرح گزر گئی آخرت کی پیشی تو سامنے ہے ہی، وہاں کا عذاب بہت سخت ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ دوزخ کی آگ دنیا والی آگ سے انہتر (۶۹) درجہ زیادہ گرم ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۰۲) اب خود ہی غور کر لو کہ گناہوں میں مبتلا رہنے اور دوسروں کو گناہوں پر ڈالنے کا کیا نتیجہ ہو گا؟ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے شراب پر اور اس کے پینے والے پر اور اس کے پلانے والے پر اور اس کے بیچنے والے پر، اس کے خریدنے والے پر اور شراب بنانے والے پر اور بنوانے والے پر اور

جو شراب کو کسی کے پاس لے جائے اس پر اور جس کے پاس لے جائے اس پر بھی۔ (رواہ ابو داؤد ص ۱۶۱ / ج ۲)

جو لوگ اپنی دکان میں شراب بیچتے ہیں، اپنے ہوٹلوں میں شراب پلاتے ہیں اور ایسی دکانوں پر ملازمت کرتے ہیں وہ اپنے بارے میں غور کر لیں کہ روزانہ کتنی لعنتوں کے مستحق ہوتے ہیں۔ شراب کا بنانے والا تو مستحق لعنت ہے ہی، اس کا بیچنے والا، پینے والا، پلانے والا اور اس کا اٹھا کر لے جانے والا اور جس کی طرف شراب لے جائی جائے ان سب پر اللہ کی لعنت ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب کا دور چل رہا ہو۔ (رواہ البیہقی)

جو لوگ یورپ امریکہ وغیرہ میں رہتے ہیں اور نصرانیوں کے میل ملاپ کی وجہ سے شراب پی لیتے ہیں غور کریں کہ ان کا ایمان باقی ہے یا نہیں؟ ----- ایک حدیث میں ارشاد ہے « ألخمر جماع الإثم » کہ شراب تمام گناہوں کو جمع کئے ہوئے ہے (مشکوۃ المصابیح ص ۴۴۴)

اگر اس بات کا مصداق دیکھنا ہو تو یورپ امریکہ کے شراب خوروں کو دیکھ لیا جائے کیا کوئی برائی ان سے چھوٹی ہوئی ہے؟ شراب خوری نے انہیں ہر گناہ پر آمادہ کر لیا ہے۔

شراب ہر برائی کی کنجی ہے :-

حضرت ابو الدرداءؓ نے بیان فرمایا کہ مجھے میرے دوست سید

الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ کسی بھی چیز کو اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا اگرچہ تیرے ٹکڑے کر دیئے جائیں اور تجھے جلا دیا جائے اور قصداً نماز نہ چھوڑنا کیونکہ جس نے قصدا نماز چھوڑ دی اس سے اللہ کا ذمہ بری ہو گیا اور شراب مت پینا کیونکہ وہ ہر برائی کی کنجی ہے۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۵۱ / ج ۱)

جو لوگ شراب نہ چھوڑیں ان سے قتال کیا جائے :۔

حضرت دیلم حمیریؓ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم ٹھنڈی سرزمین میں رہتے ہیں اور سخت محنت کرتے ہیں اور صورت حال یہ ہے کہ ہم گیہوں کی شراب بنا لیتے ہیں جسے استعمال کر کے ہم محنت کے کاموں پر اور اپنے شہروں کی ٹھنڈک پر قوت حاصل کرتے ہیں آپ ﷺ نے سوال فرمایا ہے کیا وہ نشہ لاتی ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں وہ نشہ لاتی ہے! آپ ﷺ نے فرمایا اس سے پرہیز کرو۔ میں نے عرض کیا کہ لوگ اسے چھوڑنے والے نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا اگر اسے نہ چھوڑیں تو تم ان سے قتال کرو یعنی جنگ کرو۔ (رواہ ابو داؤد فی کتاب الاشربہ)

اللہ کے خوف سے شراب چھوڑنے پر انعام :۔

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور جہانوں کے لئے ہدایت بنا کر بھیجا ہے اور میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ گانے بجانے کے سامان کو اور بتوں کو اور صلیب کو (جس

کی نصاریٰ عبادت کرتے ہیں) اور جاہلیت کے کاموں کو مٹا دوں اور میرے رب عز و جل نے قسم کھائی ہے کہ میرے بندوں میں جو بھی بندہ کوئی گھونٹ شراب کا پیئے گا تو میں اسے اسی قدر پیپ پلاؤں گا۔ اور جو بھی کوئی شخص میرے ڈر سے شراب کو چھوڑ دے گا میں اسے ضرور مقدس حوضوں میں سے پلاؤں گا (رواہ احمد کما فی المشکوٰۃ ص ۳۱۸)

جواری اور شرابی کی جنت سے محرومی :۔

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ماں باپ کو تکلیفیں دینے والا اور جوا کھیلنے والا اور احسان جتانے والا اور جو شخص شراب پیا کرتا ہے یہ لوگ جنت میں داخل نہ ہوں گے۔ (رواہ الدارمی ص ۳۱ / ج ۲)

شراب اور خنزیر اور بتوں کی بیع کی حرمت :۔

حضرت جابرؓ نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے موقع پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے شراب اور مردار اور خنزیر اور بتوں کی بیع کو حرام قرار دیا ہے (رواہ البخاری ص ۲۹۸ / ج ۱)

تین شخصوں پر جنت حرام ہے :۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

ارشاد فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں کہ اللہ تبارك وتعالیٰ نے ان پر جنت کو حرام کر دیا ہے (۱) جو شراب پیتا ہے (۲) جو والدین کو دکھ دیتا ہے (۳) دیوث جو اپنے گھر والوں میں بدکاری کو رہنے دیتا ہے (رواہ احمد و نسائی)

ایمان نکل گیا :-

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے زنا کیا یا شراب پی اللہ اس سے ایمان کو نکال دے گا جیسے انسان کرتہ کو اپنے سر سے نکال دیتا ہے (رواہ الحاکم فی المستدرک)

نام بدلنے سے حرام چیز حلال نہیں ہو جاتی :-

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے جو اسلام کو الٹا جائے گا جیسا کہ برتن کو الٹ دیا جاتا ہے وہ اس طرح ہو گا کہ لوگ شراب کو (حلال کر کے) پینے لگیں گے۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ یہ کیسے ہو گا؟ (کیا اسلام کا دعویٰ کرنے والے ایسا کریں گے) حالانکہ اللہ تعالیٰ نے شراب کے بارے میں جو کچھ بیان فرمایا ہے وہ بیان فرما دیا ہے، اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگ اس کا دوسرا نام رکھ لیں گے اور اس طرح سے حلال کر دیں گے (مشکوۃ المصابیح ص ٤٦١ از دارمي عن الدارمي)

حضرت ابو مالک اشعری ؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ضرور ایسا ہو گا کہ میری امت میں سے کچھ لوگ شراب پئیں گے وہ اس کا دوسرا نام رکھ لیں گے (مشکوۃ المصابیح ص ۳۷۲ عن ابي داؤد و ابن ماجه)

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ شراب کو بھی چھوڑے اور ہر نشہ لانے والی چیز کے کھانے پینے سے بچے تھوڑی ہو یا بہت۔ رسول اللہ ﷺ نے فرما دیا ہے کہ «کل مُسکرٍ حرام» (ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے) اور فرمایا کہ «ما أسکر کثیره فقلیله حرام.» (جس چیز کا زیادہ حصہ نشہ لائے اس کا تھوڑا سا حصہ بھی حرام ہے۔ مشکوۃ المصابیح ص ۳۱۷)

جو لوگ نشہ کی چیزیں کھاتے پیتے ہیں وہ جلد توبہ کر لیں توبہ میں دیر نہ لگائیں اور اس بھروسہ پر نشہ لانے والی چیزیں استعمال نہ کریں کہ بعد میں توبہ کر لیں گے زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ آخرت میں جو اس کی سزا ہے اوپر احادیث شریفہ میں معلوم ہو چکی ہے۔ نشہ والے کو نشہ چھوڑنا مشکل تو ہوتا ہے لیکن ہمت کرنے سے چھوٹ ہی جاتا ہے آخرت کے عذاب کو سامنے رکھا جائے تو ہر گناہ کا چھوڑنا آسان ہے اس سلسلہ میں بد ترین لوگ وہ ہیں جو شراب کو حلال کہتے ہیں اور نفسانی جذبات پورے کرنے کے لئے کافر ہو جاتے ہیں، ان لوگوں نے شراب کو حلال کرنے کا یہ طریقہ نکالا ہے کہ اس کا نام بدل دیتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی پیشین گوئی فرما دی تھی اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا تھا کہ یہ اسلام کا الٹنا ہو گا یعنی نام بدلنے سے شراب تو حلال نہ ہوگی البتہ ایسی حرکت کرنے

والے اسلام کی تحریف کرنے والے بن جائیں گے۔

شراب پینے کی دنیاوی سزا:۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جو شخص شراب پی لیتا تھا اسے درختوں کی ٹہنیوں سے اور جوتوں سے مارا کرتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ تک یہ سلسلہ جاری رہا پھر وہ اپنے زمانہ خلافت میں چالیس کوڑے مارا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا تو لوگوں میں اس کے پینے والوں کی تعداد زیادہ ہونے لگی، انہوں نے اس سلسلہ میں صحابہؓ سے مشورہ کیا کہ کتنے کوڑے مارے جائیں؟ اس پر حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت علیؓ نے رائے دی کہ (۸۰) اسی کوڑے مارے جائیں کیونکہ جب کوئی شخص شراب پیتا ہے تو نشہ میں بھر جاتا ہے اور جب نشہ آجاتا ہے تو بکواس کرنے لگتا ہے اور جب بکواس کرتا ہے تو دوسروں پر تہمت لگانے لگتا ہے اور چونکہ تہمت لگانے والے کی سزا (۸۰) اسی کوڑے ہے اس لئے شراب پینے والے کی سزا بھی یہی ہونی چاہئے، حضرات صحابہؓ نے اس کو پسند کیا اور اس پر اجماع ہوگیا لہٰذا حضرت عمرؓ نے یہی حد جاری فرمادی (کما فی الموطا وصحیح البخاری وصحیح مسلم واوجز المسالک) چونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے «علیکم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین» (رواہ ابو داؤد والترمذی) اس لئے جو سزا حضرات صحابہؓ کے مشورے سے تجویز کی گئی یہ بھی رسول اللہ ﷺ کی جاری کردہ سزا کے حکم میں ہے بعض جاہل جو یہ کہتے ہیں کہ چونکہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں شراب پینے پر سزا دینے کی حد مقرر نہیں تھی اس لئے شراب

پینا حلال ہے یہ ان لوگوں کی کفریہ بات ہے حضور اقدس ﷺ سے تو
پاخانہ کھانے اور پیشاب پینے کی سزا بھی منقول نہیں ہے کیا ان کا کھانا
پینا حلال ہو جائے گا؟ پھر قرآن کریم نے جو شراب کو ﴿ رِجْسٌ مِّنْ
عَمَلِ الشَّیْطٰنِ ﴾ ناپاک چیز اور شیطان کا عمل فرمایا کیا اس کے ہوتے
ہوئے کوئی مومن اسے حلال کہہ سکتا ہے۔

شراب اور جوا دشمنی کا سبب ہیں اور ذکر اللہ سے اور نماز سے روکتے ہیں:-

سورہ مائدہ کی مذکورہ بالا آیت میں شراب اور جوئے کے بارے
میں فرمایا کہ شیطان اس کے ذریعہ تمہارے درمیان بغض اور دشمنی
ڈالنا چاہتا ہے اور ذکر و نماز سے روکنا چاہتا ہے۔

بغض اور دشمنی تو ظاہر ہی ہے جو کوئی شخص جوئے میں ہار جاتا ہے
حالانکہ اپنی خوشی سے ہارتا ہے تو جلد سے جلد جیتنے والے سے بدلہ
لینے کی فکر کرتا ہے اور شراب پی کر جب آدمی بدمست ہو جاتا ہے تو
اول فول بکتا ہے دوسروں کو برا کہتا ہے اور گالی گلوچ کرتا ہے اور
کبھی کسی کو مار بھی دیتا ہے جس سے جڑے ہوئے دل ٹوٹتے ہیں اور
دشمنیاں پیدا ہوتی ہیں۔

اور اللہ کی یاد اور نماز سے غافل ہونا تو بالکل ہی ظاہر ہے نظروں
کے سامنے ہے، جب کسی نے شراب پی لی تو نشے میں بدمست ہو گیا۔
اب نماز اور اللہ کے ذکر کا موقع کہاں رہا، جن کو شراب کی عادت ہو
جاتی ہے تو اسی دھن میں رہتے ہیں کہ نشہ کم ہو تو اور پئیں پھر کم ہو تو

اور پیسے اور جب کوئی شخص جوا کھیلنے میں لگ جاتا ہے تو گھنٹوں گزر جاتے ہیں جیتنے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔ اللہ کے ذکر کا اور نماز کا اس کے ہاں کوئی موقع ہی نہیں ہوتا۔

حتیٰ کہ جو لوگ بغیر ہار جیت کے شطرنج کھیلتے رہتے ہیں وہ بھی گھنٹوں کھیلتے رہتے ہیں انہیں ذرا بھی اللہ کے ذکر کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ نماز کا پورا وقت اول سے اخیر تک گزر جاتا ہے لیکن نماز اور ذکر اللہ کی طرف ذرا بھی دھیان نہیں ہوتا۔ نماز بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی ہے لیکن اس کو علیحدہ ذکر فرمایا کیونکہ عام ذکر سے اس کی اہمیت زیادہ ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ فرض ہے اور عام طور پر ذکر میں مشغول رہنا مستحب ہے اگرچہ اس عام ذکر کے بھی بڑے بڑے اجور و ثمرات ہیں۔

جوئے کی تمام صورتیں حرام ہیں :-

سورہ مائدہ کی آیت مذکورہ بالا میں شراب اور جوا دونوں کو حرام قرار دیا ہے اور دونوں کو ناپاک بتایا اور سورہ بقرہ میں فرمایا ہے ﴿ وَ إِثۡمُهُمَآ أَكۡبَرُ مِن نَّفۡعِهِمَا ﴾ کہ ان دونوں کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے، جوئے کے لئے سورہ بقرہ میں اور سورہ مائدہ میں لفظ ﴿ الۡمَيۡسِرِ ﴾ استعمال فرمایا ہے عربی میں اس کا دوسرا نام قمار ہے۔

ہر وہ معاملہ جو نفع اور نقصان کے درمیان دائر اور مبہم ہو شریعت میں اس کو قمار کہا جاتا ہے مثلاً دو آدمی آپس میں بازی لگائیں کہ ہم دونوں دوڑتے ہیں اور ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ تو آگے بڑھ گیا تو میں ایک ہزار روپیہ دوں گا اور اگر میں بڑھ گیا تو تجھے ایک ہزار

روپیہ دینا ہوں گے یا مثلاً بند ڈبے ہیں وہ فی ڈبہ ایک روپیہ کے حساب سے فروخت ہوں گے لیکن کسی ڈبہ میں پانچ روپے کی چیزیں نکلیں گی اور کسی ڈبہ میں پچیّس پیسے کا مال نکلے گا تو ان ڈبوں کی خرید و فروخت قمار یعنی جوئے میں داخل ہے اور ہر وہ معاملہ جو نفع اور ضرر کے درمیان دائر ہو وہ معاملہ قمار ہی کی صورت ہے۔

اخباری معموں کے ذریعہ بھی قمار یعنی جوئے کا سلسلہ جاری ہے بطور اشتہار اخباروں اور ماہوار رسالوں اور ہفت روزہ جریدوں میں معمہ کی مختلف صورتوں کا اشتہار دیا جاتا ہے کہ جو شخص اس کو حل کر کے بھیجے اور اس کے ساتھ اتنی فیس مثلاً پانچ روپے بھیجے تو جن لوگوں کے حل صحیح ہوں گے ان لوگوں میں سے جس کا قرعہ اندازی میں نام نکل آئے گا اسے انعام کے عنوان سے مقررہ رقم یا کوئی بھاری قیمت کی چیز مل جائے گی۔ یہ سراسر قمار ہے یعنی جوا ہے اور حرام ہے کیونکہ جو شخص فیس کے نام سے کچھ پیسے بھیجتا ہے وہ موہوم نفع کے خیال سے بھیجتا ہے یا تو یہ روپے گئے یا ہزاروں مل گئے فیس کے نام روپیہ بھیجنا اور اس روپے پر کچھ زائد مل جائے اس کا لینا اور معمہ شائع کر کے لوگوں کی رقمیں لے لینا یہ سب حرام ہے۔

اور ہر قسم کی لاٹری جس میں کچھ دے کر زائد ملنے کی امید پر مال جمع کیا جاتا ہے پھر اس پر مال ملے یا نہ ملے یہ سب حرام ہے۔ گھوڑ دوڑ کے ذریعہ بھی جوا کھیلا جاتا ہے جس کا گھوڑا آگے نکل گیا اسے ہارنے والے کی جمع کی ہوئی رقم مل جاتی ہے یہ طریقہ کار حرام ہے اور جو اس طریقہ سے رقم حاصل کی وہ بھی حرام ہے۔

پتنگ بازی اور کبوتر بازی کے ذریعہ بھی جوا کھیلا جاتا ہے۔ یہ دونوں کام خود اپنی جگہ ممنوع ہیں پھر ان پر ہار جیت کے طور پر جو

رقم لگاتے ہیں وہ مستقل گناہ ہے اور صریح حرام ہے کیونکہ قمار یعنی جوا ہے۔ سٹے کا کاروبار بھی سراپا قمار ہے اور حرام ہے۔ انشورنس یعنی بیمہ پالیسی کی بھی وہ سب صورتیں حرام ہیں جن میں رقمیں جمع کی جاتی ہیں اور حادثہ ہو جانے پر جمع کردہ رقم سے زیادہ مال مل جاتا ہے۔ زندگی کا بیمہ ہو یا دکانوں کا یہ سب حرام ہے اگر غلطی سے بیمہ کمپنی میں کوئی قسط دے چکے ہوں تو اپنی جمع کردہ رقم سے جو مال زائد ملے وہ سب حرام ہے۔

قمار کے جتنے بھی طریقے ہیں (گھوڑ دوڑ وغیرہ) ان سب کی آمدنی حرام ہے۔ ہر مومن کو فکر آخرت لازم ہے ہر گناہ سے بچے اور آخرت کے مواخذہ کا خیال کرے۔

تحلیل و تحریم کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے :۔

حضرت عدی بن حاتمؓ جو پہلے نصرانی تھے (بعد میں مسلمان ہوئے) انہوں نے بیان کیا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اس وقت میری گردن میں سونے کی صلیب تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عدی! اپنی گردن سے اس بت کو پھینک نکال دو میں نے اس کو پھینک دیا۔ واپس آیا تو آپ ﴿ اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ پڑھ رہے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم اپنے عالموں اور درویشوں کی عبادت تو نہیں کرتے پھر یہ کیوں فرمایا کہ احبار و رہبان کو رب بنا لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا یہ بات نہیں کہ یہ لوگ جو چیز تمہارے لئے حرام کر دیں تم اسے حرام کر لیتے ہو اور جو چیز حلال کر دیں تم اسے حلال کر لیتے ہو؟ میں

نے کہا ہاں یہ بات تو ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ ان کی عبادت ہے۔ (معالم التنزیل ص ۲۸۵ / ج ۲)

اور سنن ترمذی وغیرہ میں اس طرح سے ہے کہ عدی بن تمؓ نے بیان فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ سورہ براءۃ کی آیت ﴿اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ پڑھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ ان کی عبادت نہیں کرتے تھے لیکن جن چیزوں کو وہ حلال کہتے تھے انہیں حلال سمجھتے تھے اور جن چیزوں کو وہ حرام کر دیتے تھے ان کو حرام مان لیتے تھے۔ (درمنثور ص ۲۳۰ / ج ۳)

بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کا خالق اور مالک ہے جن چیزوں سے لوگ نفع حاصل کرتے ہیں وہ بھی اس نے پیدا کیں اور جو لوگ انہیں استعمال کرتے ہیں ان کو بھی اسی نے پیدا فرمایا، اسے اختیار ہے کہ جس چیز کو جس کے لئے حلال قرار دے اور جس کے لئے حرام قرار دے۔ اس نے سابقہ امتوں کے لئے بعض چیزیں حرام قرار دیں اور اس امت کے لئے حلال کر دیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اپنے پاس سے تحلیل اور تحریم کے قانون بنائے۔ جو شخص اپنے طور پر کچھ چیزوں کو حلال اور کچھ چیزوں کو حرام قرار دے (چاہے اپنے لئے خواہ دوسروں پر نافذ کرنے کے لئے) یہ خدائی اختیارات کو اپنے ہاتھ میں لینے کے ہم معنی ہے

سورہ یونس میں فرمایا: ﴿قُلْ اَرَاَیْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ الرِّزْقِ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا — قُلْ آللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ۝﴾

(آپ فرما دیجئے کہ یہ تو بتاؤ جو کچھ اللہ نے تمہارے لئے رزق نازل فرمایا سو اس میں سے تم نے حرام اور حلال تجویز کر لیا۔ کیا اللہ نے تمہیں اس کی اجازت دی ہے یا تم اللہ پر تہمت باندھتے ہو؟)

جب تحلیل و تحریم کا اختیار صرف اللہ ہی کو ہے جو خالق اور مالک ہے تو اس کے سوا جو کوئی شخص تحلیل و تحریم کے قانون بنائے اور اپنے پاس سے حلال و حرام قرار دے اس کی بات ماننا اور فرمانبرداری کرنا اللہ تعالیٰ کے اختیارات میں شریک بنانا ہوا۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی فرمانبراداری کرنا اس کی عبادت ہے اسی طرح ان امور میں غیر اللہ کی فرمانبرداری کرنا جو اللہ تعالیٰ کی شریعت کے خلاف ہیں یہ ان کی عبادت ہے چاہے ان کو سجدہ نہ کریں ۔ چونکہ ان جاری کئے ہوئے احکام کے ساتھ فرمانبرداری کا وہی معاملہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکام کے ساتھ ہونا چاہئے اس لئے ان کے اتباع اور اطاعت کو عبادت قرار دیا۔ اوپر جو سورہ یونس کی آیت نقل کی گئی ہے اس کا مضمون دوسری آیات میں بھی ہے جن میں صاف صاف بتایا ہے کہ تحلیل و تحریم کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اسلام کے دعوے داروں میں بعض فرقے ایسے ہیں جو تحلیل و تحریم میں اور احکام کے منسوخ کرنے اور بدلنے میں اور عبادت کے طریقے تجویز کرنے میں اپنے امام اور مجتہد کو با اختیار سمجھتے ہیں اور اپنے امام کو قرآن و حدیث کا پابند نہیں سمجھتے ۔ ان کا امام اور مجتہد جو کچھ کہتا ہے اسی کو مانتے اور تسلیم کرتے ہیں۔ قرآن کی تصریحات اور تعلیمات ان کے نزدیک بے حیثیت ہیں۔ ایسے فرقوں کے کفر کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ تصریحات قرآنیہ کو کوئی وزن نہیں دیتے۔ ان کے امام کو سب کچھ اختیار ہے جن لوگوں نے ان کا مذہب ایجاد کیا ہے انہوں نے اپنے

ہاتھ میں تحلیل و تحریم کے اختیارات رکھنے کے لئے اپنے عوام کو یہ عقیدہ بتایا ہے اور سمجھایا ہے کہ امام ہی سب کچھ ہے۔ روافض کا امام جب چاہے نماز جمعہ جاری کر دے اور جب چاہے منسوخ کر دے اور اسی طرح دیگر امور میں بھی ان کے یہاں یہی صورت حال ہے۔ ایک بہائیہ فرقہ ہے ان کے ہاں بھی دین اسلام سے ہٹ کر فرائض اور محرمات کی تفصیلات ہیں اور بعض معاصی کی تعزیرات انہوں نے خود سے مقرر کر رکھی ہیں۔ منکرین حدیث میں ایک شخص چکڑالوی تھا۔ اس نے نماز کی ترتیب اور ترکیب اور طریقہ عبادت اپنے پاس سے تجویز کیا تھا۔ یہ سب ان لوگوں کی گمراہی ہے جو سراپا کفر ہے۔

اب دور حاضر میں جبکہ آزاد منش لوگ اسلامی احکام پر چلنے میں دشواری محسوس کرتے ہیں اور دشمنان اسلام سے متاثر ہیں کہتے ہیں کہ حضرات علماء کرام جمع ہو کر میٹنگ کریں اور اسلامی احکام کے بارے میں غور و فکر کریں اور فلاں فلاں احکام کو بدل دیں یا ہلکا کر دیں اور فلاں فلاں حرام چیزوں کو حلال قرار دے دیں۔ یہ ان کی جہالت اور حماقت کی بات ہے۔ اگر علماء ایسا کرنے بیٹھیں گے تو کافر ہو جائیں گے اور کسی حرام چیز کو حلال قرار دے دیں گے تو ان کے حلال کر دینے سے حلال نہیں ہوگی۔ بعض اباحی (حرام چیزوں کو حلال قرار دینے والے مراد ہیں) قسم کے لوگ جو نام نہاد عالم کہلاتے ہیں انہوں نے سود، بیمہ اور تصویروں کو اور بعض دیگر محرمات کو حلال کہہ دیا ہے ان کے کہنے اور لکھنے سے وہ چیزیں حلال نہیں ہوگئیں۔ خوب سمجھ لیا جائے۔

خاتمۃ الرسالہ

الحمد للہ تعالیٰ شانہ رسالہ ہذا دس فصلوں میں ختم ہو گیا مؤلف کا کام اسی قدر ہے کہ واضح طور پر حق کی بات پہنچا دے ہم نے جو کچھ لکھا ہے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی ترجمانی کی ہے عوام اور خاص، چھوٹے اور بڑے، حاکم اور محکوم جو بھی مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ان پر لازم ہے کہ پوری طرح سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر اجتماعی اور انفرادی طور سے عمل کریں، یہ جو لوگوں کا طریقہ ہے کہ مسلمان ہونے کے دعوے دار بھی ہیں اور اسلام پر پوری طرح عمل کرنے کو بھی تیار نہیں جس حکم پر چاہا عمل کیا اور جس حکم کو چاہا چھوڑ دیا یہ اہل ایمان کا طریقہ نہیں، آج کل دین داری تین چیزوں میں رہ گئی ہے (۱) داڑھی (۲) کرتہ اور (۳) نماز۔ یہ تو دین داروں کا حال ہے اور جن لوگوں نے یہ نیت کر رکھی ہے کہ ہم نے دین پر چلنا ہی نہیں وہ نہ صرف یہ کہ داڑھی نہیں رکھتے بلکہ داڑھی کا مذاق بھی اڑاتے ہیں، دین پر عمل کرنے والوں کو برے القاب سے یاد کرتے ہیں، حلال و حرام کی تمیز کئے بغیر مال حاصل کرتے ہیں، خیانت بھی کرتے ہیں، رشوت کا لین دین بھی ہوتا ہے، حرام مال کا کاروبار بھی ہے، شرکیہ رسمیں ہیں، شادی بیاہ وضع قطع شکل و صورت اور پہناوے میں کافروں کی مشابہت ہے۔

جو لوگ احکام دینیہ شرعیہ اسلامیہ کا مذاق اڑاتے ہیں عجیب بات ہے کہ وہ اپنے دعویٰ میں پھر بھی مسلمان ہیں، مسلمانی نام رکھنے اور مسلمان نام کے ماں باپ کے گھر پیدا ہونے سے کوئی شخص مسلمان

نہیں ہوتا۔ اسلام کسی کے اپنے بنائے ہوئے دین کا نام نہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا دین ہے جو عقائد اور اعمال پر مشتمل ہے عقائد صحیح ہوں جو قرآن و حدیث میں بتائے گئے ہیں اور اعمال بھی صحیح ہوں اور گناہوں سے بھی پرہیز ہو زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام کو نافذ کریں تو مسلمان ہونے کا دعویٰ صحیح ہو سکتا ہے۔

قرآن مجید میں فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ - إِنَّه لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○﴾

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کے پیچھے نہ چلو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں لیکن اسلام سے کٹتے ہیں اور اسلام کے قوانین سے جان چراتے ہیں یہ ان کی عجیب قسم کی مسلمانیت ہے کوئی شخص دنیاوی حکومتوں میں سے کسی قانون کی خلاف ورزی کرے تو اس پر مقدمہ چل جاتا ہے اور اسے جیل میں ڈال دیا جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ شانہ کے قوانین کی بغاوت کو ماں باپ، قبیلوں کے سردار، اصحاب اختیار و اقتدار سب برداشت کرتے چلے جاتے ہیں۔

جو لوگ اقتدار اعلیٰ پر پہنچ جاتے ہیں وہ دشمنان اسلام کو راضی رکھنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنے کے لئے ذرا بھی فکر مند نہیں ہوتے اور فکر آخرت سے آزاد ہو کر جانتے بوجھتے ہوتے ہوئے اسلام کے خلاف زندگی گزارتے ہیں اور دشمنان اسلام کے بنائے ہوئے قوانین کو مسلمانوں کے ملکوں میں رائج کرتے ہیں

فرائض اہتمام نہیں کرتے، محرمات کا ارتکاب کرتے ہیں حالانکہ اسلام نے ہر چھوٹے بڑے کو اسلامی زندگی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، حضرات خلفاء راشدین تو ڈرتے اور روتے تھے کہ ہم سے خلافت کا حق ادا نہیں ہوا آخرت کی باز پرسی کو سامنے رکھنا لازم ہے۔ صاحب اقتدار بن جانا بہت بڑی ذمہ داری ہے اس میں ملک کے سارے باشندوں کی دنیا و آخرت کی فکر کرنا ضروری ہے ملک کوئی نانی جی کے گھر کا حلوہ نہیں ہے۔ سورہ حج میں فرمایا:

﴿اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ ـ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾

ترجمہ:۔ یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم دنیا میں ان کو حکومت دے دیں تو یہ لوگ نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں اور نیک کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں۔ اور سب کاموں کا انجام تو اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

اس آیت میں اصحاب اقتدار کے چار کام ذکر فرمائے ہیں، اصحاب اقتدار کے کرنے کے کام تو بہت سے ہیں لیکن خصوصیت کے ساتھ ان چار کاموں کا جو حکم فرمایا ہے اس میں حکمت یہ ہے کہ ان کا اہتمام کرنے سے تقریباً تمام فرائض اسلامیہ پر عمل ہو سکتا ہے ان میں سے پہلی بات یہ ہے کہ جن لوگوں کو اقتدار مل جائے وہ نماز قائم کریں، خود بھی نماز کی پابندی کریں اور اپنی رعیت سے اور ماتحتوں اور گورنروں سے اور دیگر کام کرنے والوں سے بھی نماز پڑھوائیں۔ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں اپنے گورنروں کو لکھ کر بھیجا تھا

إن أهم أمركم عندي الصلاة فمن حفظها وحافظ عليها حفظ دينه ومن ضيعها فهو لما سواها أضيع (بلا شبہ میرے نزدیک تمہارے کاموں میں سے سب سے اہم نماز ہے، جس نے نماز کی حفاظت اور پابندی کی وہ اپنے دین کی بھی حفاظت کرے گا اور جس نے نماز کو ضائع کیا وہ اس کے علاوہ دین کے دوسرے احکام کو اور زیادہ ضائع کرنے والا ہو گا) دیکھو امیر المومنین اپنے گورنروں کو یہ خط لکھ رہے ہیں کہ اہل اقتدار کا سب سے اہم کام نماز قائم کرنا ہے۔ حضرات خلفاء راشدین نہ صرف یہ کہ جماعت سے نماز پڑھتے تھے بلکہ مسجد میں حاضر ہو کر نماز خود پڑھاتے تھے خطبہ بھی دیتے تھے، بعض روایات میں ہے کہ حضرت عمرؓ فجر کی نماز کے بعد بازار کی طرف تشریف لے گئے وہاں سلیمان بن ابی حثمہ کے گھر کے قریب سے گزرے جو بڑے درجے کے تابعی تھے ان کی والدہ سے سوال کیا کیا بات ہے صبح کی نماز میں میں نے سلیمان کو نہیں دیکھا ان کی والدہ نے جواب دیا کہ رات بھر انہوں نے نفل نماز پڑھی فجر کے وقت نیند غالب ہو گئی حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ صبح کی نماز باجماعت پڑھنا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں رات بھر نفل نماز پڑھوں (رواہ مالک فی الموطا)

غور کریں کہ امیر المومنین مسجد میں نماز پڑھاتے ہیں اور یہ بھی دیکھتے ہیں کہ کون حاضر ہے اور کون غیر حاضر ہے، پھر جب موقعہ مل جاتا ہے تو جماعت سے غیر حاضر ہونے والے کے بارے میں تحقیق کرتے ہیں اور غیر حاضری کا سبب دریافت کرتے ہیں (کیا کوئی ہے ان کا اتباع کرنے والا؟)

آیت کریمہ میں اصحاب اقتدار کی صفات بیان کرتے ہوئے

﴿وَأٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ بھی فرمایا ہے، معلوم ہوا کہ صاحب اقتدار زکوۃ دینے کا بھی اہتمام کریں کہاں ہیں وہ اصحاب اقتدار جو حساب کر کے اپنے اموال کی زکوۃ دیتے ہوں؟

اصحاب اقتدار کی صفات بیان کرتے ہوئے ﴿وَأَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ بھی فرمایا ہے یعنی اچھے کاموں کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔ ان دونوں اوصاف سے دور حاضر کے تقریباً سب ہی اصحاب اقتدار خالی ہیں، جب اصحاب اقتدار امربالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کریں گے تو ان کے عوام میں دین کیسے قائم ہو گا لامحالہ گناہ عام ہوں گے، برے اعمال دنیا میں بھی وبال ہیں اور آخرت میں بھی باعث عذاب ہیں۔ دنیا میں گناہوں کی وجہ سے جو وبال آتا ہے اس سلسلہ میں بعض احادیث ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں۔

حضرت میمونہؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ میری امت خیر کے ساتھ رہے گی جب تک ان میں زنا کی اولاد نہ پھیل جائے سو جب ان میں زنا کی اولاد پھیل جائے گی تو عنقریب اللہ تعالیٰ عذاب بھیج دے گا۔ (رواہ احمد و اسنادہ اصح)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی بستی میں زنا اور سود ظاہر ہو جائے تو انہوں نے اپنی جانوں پر اللہ کا عذاب نازل کر لیا (رواہ الحاکم و قال صحیح الاسناد)

حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ عہد کو توڑ دیں گے، ان کے آپس میں قتل کے واقعات ہونے لگیں گے اور جس قوم میں فحش کام ہونے لگیں گے اللہ تعالیٰ ان پر موت کو مسلط کر دیں گے اور جو لوگ زکوۃ روک لیں گے ان

سے بارش روک لی جائے گی (رواہ الحاکم و قال صحیح علیٰ شرط المسلم)

حضرت ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں سے کچھ لوگ شراب پئیں گے اور اس کا دوسرا نام رکھ لیں گے ان کے سروں پر گانے بجانے کے آلات استعمال کئے جائیں گے اور گانے والی عورتیں ہوں گی، اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں سے بندر اور خنزیر بنا دے گا (رواہ ابن ماجہ و ابن حبان)

حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس امت میں زمین میں دھنسنے کا بھی عذاب ہو گا اور صورتیں مسخ ہونے کا بھی اور پتھروں کے برسنے کا بھی، ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کب ہو گا؟ فرمایا جب گانے بجانے والی عورتیں اور گانے بجانے کا سامان ظاہر ہو جائے اور شرابیں پی جانے لگیں (رواہ الترمذی)

آج کل گناہ عام ہیں شراب خوری تو بہت ہی ہے اور زنا کاری بھی ہے اس عمل کے کرنے والی عورتوں کو لائسنس بھی دیئے جاتے ہیں کرائے پر مکانات بھی مہیا کئے جاتے ہیں کلبوں میں اس کے انتظامات ہیں سود اور خمار کا رواج بھی عام ہے مردوں سے شہوت کرنے والے بھی موجود ہیں۔ ٹیلی ویژن نے تو عریانی اور فحاشی پھیلانے میں تو کسر چھوڑی ہی نہیں اب تو بے حیائی عام ہو گئی ہے اور بھی طرح طرح کے معاصی رواج پا گئے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے ایک حد قائم کر دینا تیس چالیس دن بارش ہونے سے بہتر ہے۔ (سنن ابن

باب اقامتہ الحدود) یعنی بارش جو باغوں اور کھیتوں کو سیراب کرتی ہے جس سے انسانوں کو رزق ملتا ہے اور اس میں سے انسان اور حیوان پانی پیتے ہیں اس کی بہت زیادہ مقدار بھی انسانوں کے لئے اتنی زیادہ خیر اور برکت کا باعث نہیں جتنی خیر اور برکت کسی ایک حد شرعی قائم کرنے میں ہے۔ حدود اللہ قائم کرنے کی جو برکات ہیں وہ بارشوں کی خیر اور برکت سے بہت زیادہ ہیں۔

قرآن کریم میں جگہ جگہ پرانی قوموں کی ہلاکت کے واقعات اور ان کا ہلاک کیا جانا مذکور ہے سورۃ الاعراف میں چند اقوام کی ہلاکت کا تذکرہ فرماکر ارشاد فرمایا:

﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِن كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُم بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝﴾

ترجمہ :- اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیز کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے تکذیب کی لہٰذا ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا۔

اسلامی قوانین پر عمل کریں، ایمان و تقویٰ کی زندگی گزاریں تو حسب وعدہ خداوندی آسمانوں و زمین کی برکتیں بھرپور طریقے پر سامنے آجائیں۔ مومن کا کام ہے کہ قرآن و حدیث پر چلے، گناہوں کو چھوڑے، اعمال صالحہ سے آراستہ ہو، حضرات صحابہ کرامؓ جس نہج پر چلے اسی کو اختیار کرے، جب تک گناہوں کی زندگی رہے گی خیر و برکات سے مالا مال نہ ہوں گے اور امن و امان کی زندگی نصیب نہ

ہوگی وما علینا إلا البلاغ المبین -

العبد الفقیر

محمد عاشق الٰہی بلند شہری عفا اللہ عنہ

ضمیمہ

اصحاب حکومت اور ان کے اعوان و انصار کے بارے میں تنبیہات

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

نحمده ونصلي علي رسوله الكريم

قتل وخون اور عصبیت کے بارے میں احادیث شریفہ جمع کرتے وقت خیال آیا کہ جو لوگ حکومتیں سنبھالتے ہیں اور حکومتیں حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کے بارے میں بھی خیر خواہانہ طور پر کچھ لکھ دیا جائے تاکہ قرآن و حدیث کی روشنی میں ان لوگوں کو بھی اپنے بارے میں غور کرنے کا موقعہ مل جائے۔ حکومت کی کرسی بھی بہت اچھی لگتی ہے لیکن شرعاً اس کی ذمہ داریاں کیا ہیں اس کی طرف اصحاب حکومت کی توجہ نہیں ہوتی ہے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: ﴿«الدنيا حُلوةٌ خضرةٌ وإن الله مستخلفكم فيها فينظر كيف تعملون فاتقوا الدنيا واتقوا النسآء فإن اوّل فتنة بني إسرائيل كانت في النسآء» (رواه مسلم كما في المشكوٰة ص ٢٦٧)

دنیا میٹھی ہے ہری بھری ہے اور اللہ تم کو اس میں خلیفہ بنائے گا

پھر وہ دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ لہٰذا تم (دنیا کی محبت) سے بچو اور عورتوں (کے فتنہ) سے بچو۔ کیونکہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ جو ظاہر ہوا تھا وہ عورتیں میں تھا۔

کامیاب کون ہے؟:۔

دنیا اور دنیاوی حکومت میٹھی میٹھی بہت اچھی معلوم ہوتی ہے لیکن دنیا حاصل ہو جانے اور دنیا مل جانے سے کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اس کی طرف لوگوں کو دھیان نہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ مال مل گیا اور حکومت مل گئی تو ہم کامیاب ہیں حالانکہ کامیابی دنیا حاصل ہونے میں نہیں ہے۔ کامیابی جنت مل جانے اور دوزخ سے بچ جانے میں ہے۔ سورہ آل عمران میں ارشاد ہے:

﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۔ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ۝﴾

”کہ جو شخص دوزخ سے بچا دیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا سو وہ کامیاب ہوا اور دنیا کی زندگی محض ایک دھوکے کا سامان ہے۔“

یہ ﴿مَتَاعُ الْغُرُورِ﴾ یعنی دھوکے کا سامان مل جاتا ہے تو سمجھتے ہیں کہ ہمیں سبھی کچھ مل گیا اور آخر کے حساب کتاب کا کوئی تصور نہیں رکھتے، حکومتیں ہیں اپنوں کی نوازشیں ہیں، اپنی پارٹی کی طرف داری کی جاتی ہے خواہ پارٹی کے افراد غیر شرعی کام کرتے ہوں، فیصلے غیر شرعی ہیں، جو اپنی پارٹی کے لوگ نہیں ان پر مظالم ہیں۔ کچھ لوگ حکومت کی کرسی پر متمکن ہیں کچھ لوگ چھوٹے بڑے عہدوں پر مقرر ہیں کچھ لوگ ان سب کے معاون ہیں یہ سب لوگ

ہری بھری دنیا ہی کو دیکھ رہے ہیں آخرت کی فکر نہیں ہے۔

غیر شرعی فیصلے کرنے کا وبال:۔

غیر شرعی فیصلے کرنا اور غیر شرعی فیصلے کروانا شرعاً فسق ہے اور ظلم ہے اور حلال سمجھ کر کرے تو کفر بھی ہے۔ سورہ مائدہ میں فرمایا ہے
﴿ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ﴾ اور جو شخص اس کے موافق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل فرمایا تو یہ لوگ کافر ہیں۔
اور فرمایا: ﴿ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴾ اور جو شخص اس کے موافق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل فرمایا تو یہ لوگ ظالم ہیں۔
اور فرمایا: ﴿ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴾ اور جو شخص اس کے موافق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل فرمایا تو یہ لوگ فاسق ہیں۔

انصاف پر قائم رہنے کا حکم:۔

سورہ مائدہ میں یہ بھی فرمایا:
﴿ يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ - وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا - اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ - إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ○ ﴾
اے ایمان والو! اللہ کے لئے (احکام کی) پوری پابندی کرنے

والے، انصاف کی شہادت ادا کرنے والے ہو جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو وہ قریب تر ہے تقویٰ سے، اور اللہ سے ڈرو۔ بلا شبہ اللہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے۔

سورہ نساء میں ارشاد فرمایا:

﴿يَأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ - إِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ أَوْلٰى بِهِمَا - فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰى أَنْ تَعْدِلُوْا - وَإِنْ تَلْوُا أَوْ تُعْرِضُوْا فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ○﴾

اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم رہنے والے اللہ کے لئے گواہی دینے والے ہو جاؤ اگرچہ گواہی تمہاری اپنی ہی ذات پر یا والدین پر یا دوسرے رشتہ داروں پر ہو۔ اگر وہ شخص امیر ہے یا غریب ہے جس کے لئے گواہی دے رہے ہو تو اللہ تعالیٰ کو ان سے زیادہ تعلق ہے (وہ ان کی مصلحت دیکھتا ہے تم کسی کی رعایت کر کے حق کے خلاف گواہی نہ دو۔ نہ امیر کی امیری دیکھو نہ غریب کی غریبی) اور اگر تم کج بیانی کرو گے یا (شہادت سے) اعراض کرو گے تو (سمجھ لو) کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے باخبر ہے۔

ان آیات میں ارشاد فرمایا کہ انصاف کے ساتھ قائم رہو اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ کسی قوم کی عداوت اور مخالفت تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کر دے کہ انصاف کو چھوڑ دو کسی کے حق میں ناحق فیصلہ اس لئے نہ کرو کہ اس سے ہماری دشمنی ہے اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ گواہی میں انصاف کو اختیار کرو سچی گواہی دو یہ نہ دیکھو کہ یہ گواہی

کس پر پڑے گی۔ گواہی میں سچ کو ظاہر کر دو اور حق کی طرف داری کرو، اگر سچی گواہی تمہارے خلاف یا والدین کے خلاف یا دوسرے رشتہ داروں کے خلاف پڑتی ہو تب بھی حق ظاہر کر دو۔ گواہی میں نہ کج بیانی کرو اور نہ ٹال مٹول کرو اور یہ سمجھ لو کہ اللہ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔

حکومتیں چلانے والے اور ان کے مقرر کردہ حکام اور چھوٹے بڑے عہدیدار سب آیات بالا کو پڑھ کر اور سمجھ کر غور کریں کہ وہ سچائی اور عدل و انصاف پر قائم ہیں یا ان کا رخ کسی اور طرف ہے۔ خوب غور کر لیں کہ حقیر دنیا کے یہ عہدے ہمارے لئے آخرت میں وبال اور عذاب کا باعث تو نہ بنیں گے؟ حکومتوں کے عہدے حاصل ہونے کی وجہ سے جو گناہ سربراہ مملکت اور نیچے کے عہدیدار کرتے ہیں اور جو ظالمانہ فیصلے ہوتے ہیں اور رشوت کا جو لین دین ہوتا ہے اور اموال غصب کئے جاتے ہیں ٹیکس وصول ہوتے ہیں اور طرح طرح سے جو گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں آخرت میں اس کا کیا انجام ہو گا یہ سب باتیں غور کرنے کی ہیں۔ نہ عہدہ ہمیشہ رہے گا اور نہ دنیا ہمیشہ رہے گی آخر مرنا ہے اور آخرت میں پیشی ہونی ہے۔

حکومتوں کے عہدے آخرت میں ندامت اور رسوائی کا سبب ہوں گے :۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِنَّكُمْ ستحْرِصُوْنَ علي الْإمارة وستكون ندامة يوم

القيامة فنعم المرضعة وبئست الفاطمة » (رواه البخاري كما في المشكوة ص ۳۲۰)

بلا شبہ تم امیر بننے کی حرص کرو گے اور یہ امارت قیامت کے دن ندامت ہو گی کیونکہ دودھ پلانے والی اچھی لگتی ہے اور دودھ چھڑانے والی بڑی معلوم ہوتی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح دودھ پلانے والی ماں اچھی لگتی ہے اور وہی ماں جب دودھ چھڑانے لگتی ہے تو برا معلوم ہوتا ہے اسی طرح امیر بننا اور حکومت کے عہدے حاصل کرنا اچھا معلوم ہوتا ہے پھر جب قیامت کے دن ان کی ذمہ داریوں کے بارے میں سوال ہو گا اور وہاں ان مظالم اور معاصی پر مواخذہ ہو گا جو خود کئے یا اپنی ماتحتی میں دوسرے چھوٹے بڑے ذمہ داروں نے کئے اس وقت جو ندامت ہو گی وہ بہت زیادہ ہو گی اور اس وقت ندامت سے کچھ فائدہ نہ ہو گا۔ مظالم اور اعمال بد کی سزا بھگتنی ہو گی۔ حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «ما من رجل يلي أمر عشرة فما فوق ذالك إلّا أتاه (اي أمر الله كما في المرقاة) الله عز وجل مغلولًا يوم القيامة إلي عنقه فكه بره أو أوبقة إثمه أولها ملامةٌ و أوسطها ندامة و اخرها خزي يوم القيامه » (رواه احمد كما في المشكوة ص ۳۲۳)

ترجمہ :۔ جو بھی کوئی شخص دس افراد یا اس سے زیادہ کا امیر بنا قیامت کے دن اللہ کا حکم اس کے پاس اس حال میں آئے گا

کہ اس کا ہاتھ اس کی گردن میں بندھا ہوا ہو گا اس کی نیکی یا تو اسے چھڑا لے گی یا اس کا گناہ اس کو ہلاک کر دے گا۔ امارت اول میں ملامت ہے درمیان میں ندامت ہے اور قیامت کے دن رسوائی ہے۔

جو شخص عہدے کا طلب گار ہو اسے عہدہ دینا جائز نہیں :۔

جو لوگ حکومتیں حاصل کرنے کے لئے امیدوار بنتے ہیں ان کو حکومت دینا جائز ہی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

«إنا و اللّٰه لأنولي علي هٰذا العمل أحدًا سأله ولا أحدًا حرص عليه» (رواه البخاري كما في المشكوة ص ۳۲۰)

اللہ کی قسم ہم اپنے اس عمل کو (یعنی حکومت کے کاموں کو) کسی ایسے شخص کے سپرد نہیں کرتے جو اس کا سوال کرے اور جو اس کی حرص کرے۔

اول تو شریعت کا یہ قانون ہے کہ جو عہدہ طلب کرے اسے عہدہ نہ دیا جائے پھر جسے عہدہ دے دیا جائے جسے وہ چاہتا نہ ہو تو وہ عدل و انصاف اور شریعت کے احکام و قوانین پر چلے اور امت کو چلائے۔

عوام کو دھوکہ دینے اور خیانت کرنے کا وبال :۔

بہت سے لوگ یہ کرتے ہیں کہ حکومت لینے سے پہلے بڑے بڑے وعدے کرتے ہیں اور یہ سیاسی وعدے ہوتے ہیں۔ جب عہدہ مل جاتا ہے تو عوام پر ظلم بھی کرتے ہیں اور وعدہ فراموشی بھی کرتے ہیں اور غدر

بھی کرتے ہیں اس بارے میں جو ارشادات نبویہ صلی اللہ علیٰ صاحبھا الصلوۃ والتحیہ ہیں ان سب کو یکسر بھول جاتے ہیں۔ حضرت معقل بن یسارؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہؐ نے: «ما من و ال يلي رعيةً من المسلمين فيموت وهو غاش لهم إلا حرم اللّٰه عليه الجنة» (رواه البخاري و مسلم كما في المشكوٰة ص ۳۲۱)

جو بھی کوئی شخص مسلمانون سے کچھ لوگوں کا والی بنا (یعنی ان کی دیکھ بھال اس کے ذمہ کی گئی) پھر وہ اس حال میں مرگیا کہ وہ ان سے خیانت کرنے والا تھا تو اللہ اس پر جنت حرام فرمادے گا۔

دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں:

«ما من عبد يسترعيه اللّٰه رعية فلَم يحطها بنصيحة إلا لم يجد رائحة الجنة» (رواه البخاري و مسلم كما في المشكوٰة ص ۳۲۱)

جس کسی بندہ کو اللہ نے چند افراد کا نگھبان بنایا پھر اس نے لوگوں کی اچھی طرح خیر خواہی نہ کی تو جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھے گا۔

رعیت کو دھوکہ دینے کے بارے میں حدیث ذیل پڑھئے

«عن سعيد رضي اللّٰه عنه عن النبي صلي اللّٰه عليه وسلم قال لكل غادر لواء عند إسة يوم القيمة وفي رواية لكل غادر لواء يوم القيمة يرفع له بقدر غدره ألا ولا غادر أعظم غدرا من امير عامة» (رواه مسلم كما في المشكوة ص ۳۲۳)

حضرت سعیدؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ

قیامت کے دن ہر دھوکہ دینے والے کے لئے ایک جھنڈا ہوگا اس کے پاخانہ کے مقام پر نصب کیا جائے گا وہ اس کے دھوکہ کے بقدر بلند کیا جائے گا (پھر فرمایا) کہ خبردار جو شخص عوام کا امیر ہو اس کے غدر یعنی دھوکہ سے بڑھ کر کسی کا غدر نہیں۔

جو لوگ فاسقوں فاجروں کو حکومتیں دلاتے ہیں یا اپنی قوت سے کسی فاسق فاجر کو اقتدار سپرد کرتے ہیں ان کی بہت بڑی مسئولیت ہے نیز جو لوگ فاسقوں فاجروں کو ووٹ دے کر آگے بڑھاتے ہیں وہ بھی ان گناہوں میں شریک ہیں جو اقتدار کے زمانہ میں وہ لوگ کرتے ہیں اور جو لوگ صاحب اقتدار کے ظلم اور فسق اور گناہ گاری کی حمایت کرتے ہیں اور اس کے مددگار ہوتے ہیں وہ بھی ان کے گناہوں میں شریک ہیں۔

سورہ مائدہ میں فرمایا:

﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَي الْبِرِّ وَالتَّقْوٰي – وَلَا تعاونُوْا علي الْإِثْم وَالْعُدْوَان – واتَّقُوْا اللّٰهَ – إِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعقاب ○﴾

اور آپس میں مدد کرو بھلائی کے کاموں پر اور تقویٰ پر اور مت مدد کرو گناہ پر اور زیادتی پر اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سخت عذاب والا ہے۔

حضرت کعب بن عجرہؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے «أمراء سيكون من بعدي من دخل عليهم فصدقهم بكذبهم وأعانهم بظلمهم فليسوا مني ولست منهم ولن يردوا عليَّ الحوض ومن لم يدخل عليهم ولم يصدقهم بكذبهم ولم يعنهم علي ظلمهم فأولئك مني وأنا منهم وأولئك يردون علَي الْحوض» – (رواه الترمذي والنسائي كما في

المشکوٰۃ ص ۳۲۲)

کہ عنقریب میرے بعد (ظلم والے) امیر (صاحب اقتدار لوگ) ہوں گے جو شخص ان کے پاس گیا اور ان کے جھوٹ کی تصدیق کی اور ظلم پر ان کی مدد کی تو وہ (امیروں کے پاس جانے والے) مجھ سے نہیں اور میں ان سے نہیں (یعنی میں ان سے بے تعلق ہوں) اور ایسے لوگ میرے پاس حوض (کوثر) پر نہ آئیں گے، اور جو شخص ان لوگوں کے پاس نہ گیا اور ان کے جھوٹ کی تصدیق نہ کی اور ظلم پر ان کی مدد نہ کی تو لوگ مجھ سے اور میں ان سے ہوں اور وہ میرے پاس حوض (کوثر) پر آئیں گے۔

فیصلوں میں ظلم کرنا اور جہالت کے ساتھ فیصلے دینا :۔

حکومت کے سپرد کردہ کاموں میں قاضی اور حاکم کا عہدہ بھی ہے۔بہت سے لوگ خوشی خوشی جج اور مجسٹریٹ بن جاتے ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں ایک حدیث نقل کی جاتی ہے

«عن بريدة رضي الله تعالي عنه قال قال رسول الله ﷺ القضاة ثلاثة واحد في الجنة واثنان في النار فأما الذي في الجنة فرجل عرف الحق فقضي به ورجل عرف الحق فجار في الحكم فهو في النار ورجل قضي للناس علي جهل فهو في النار» — (مشكوة المصابيح ص ۳۲۴ از ابو داؤد، ابن ماجه)

حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ فیصلہ کرنے والے تین طرح کے ہوتے ہیں ان میں سے ایک جنت میں ہو گا اور دو دوزخ میں ہوں گے پس جو جنت میں ہو گا وہ شخص ہو گا

جس نے حق کو پہچانا اور اس کے مطابق فیصلہ کیا اور (ان میں سے) ایک وہ ہے جس نے حق کو پہچانا اور ظلم کا فیصلہ کیا سو یہ شخص دوزخ میں ہو گا اور (ان میں سے) ایک وہ ہے جو جہالت کے ساتھ لوگوں کے درمیان فیصلے کرتا ہے (اس کو حق اور ناحق کا کچھ پتہ نہیں) سو یہ (بھی) دوزخ میں ہو گا۔

واضح رہے کہ جو بھی فیصلہ شریعت کے مطابق نہ ہو گا وہ ظالمانہ ہو گا جیساکہ سورہ مائدہ کی آیت کا مضمون ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

دوسروں کی دنیا کے لئے اپنی آخرت تباہ کرنے کی بے وقوفی :-

جو لوگ کسی کو وزیر اعظم یا اسمبلی کا ممبر بنانے کے لئے دوسرے فریق کو یا اس کے ہمدردوں اور معاونوں کو قتل کر دیتے ہیں، ان پر تہمتیں دھرتے ہیں یا غیبتیں کرتے ہیں ان سے بڑھ کر کون بے وقوف ہو گا جو دوسروں کی دنیا بنانے کے لئے اپنی آخرت برباد کرتے ہیں اور اپنی جان کو دوزخ میں جھونکتے ہیں۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے «من شر الناس منزلة يوم القيامة عبد أذهب أخرته لدنيا غيره» — (مشكوة المصابيح ص ٤٣٥)

قیامت کے دن لوگوں میں سب سے برا آدمی وہ بندہ ہے جو اپنی آخرت کو دوسرے کی دنیا کی وجہ سے برباد کر دیتا ہے۔

درحقیقت یہ بہت بیوقوفی کی بات ہے کہ دوسرے کی دنیا بنا دیں اور اس سلسلے میں گناہوں کا ارتکاب کر کے فرائض و واجبات چھوڑ کر اپنے

اوپر دوسروں کے حقوق واجب کر کے اپنی آخرت برباد کر لیں۔ جو وزیر بن گیا اپنے اعمال بد کی وجہ سے اس کی اپنی جو آخرت برباد ہو گی وہ تو ہو ہی جائے گی اور وہاں عذاب بھگتنا ہو گا لیکن دنیا کا اس نے تھوڑا بہت نفع تو کما ہی لیا، لیکن اس کی ناسمجھی اور بے وقوفی قابل داد ہے جسے دنیا میں بھی کوئی عہدہ نہ ملا اور اپنی آخرت بھی تباہ کر بیٹھا۔

اللہ تعالیٰ شانہ سب کو سمجھ دے اور راہ مستقیم پر چلائے۔

وهو الموفق و الميسر لكل عسير وبالاجابة جدير و علي ما يشاء قدير —

الراقم : العبد الفقير

محمد عاشق الٰہی عفا اللہ عنہ

المدينة المنورہ

فہرست مضامین

شرعی حدود و قصاص